www.novelsclubb.com
فرق
آمنہ امان
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

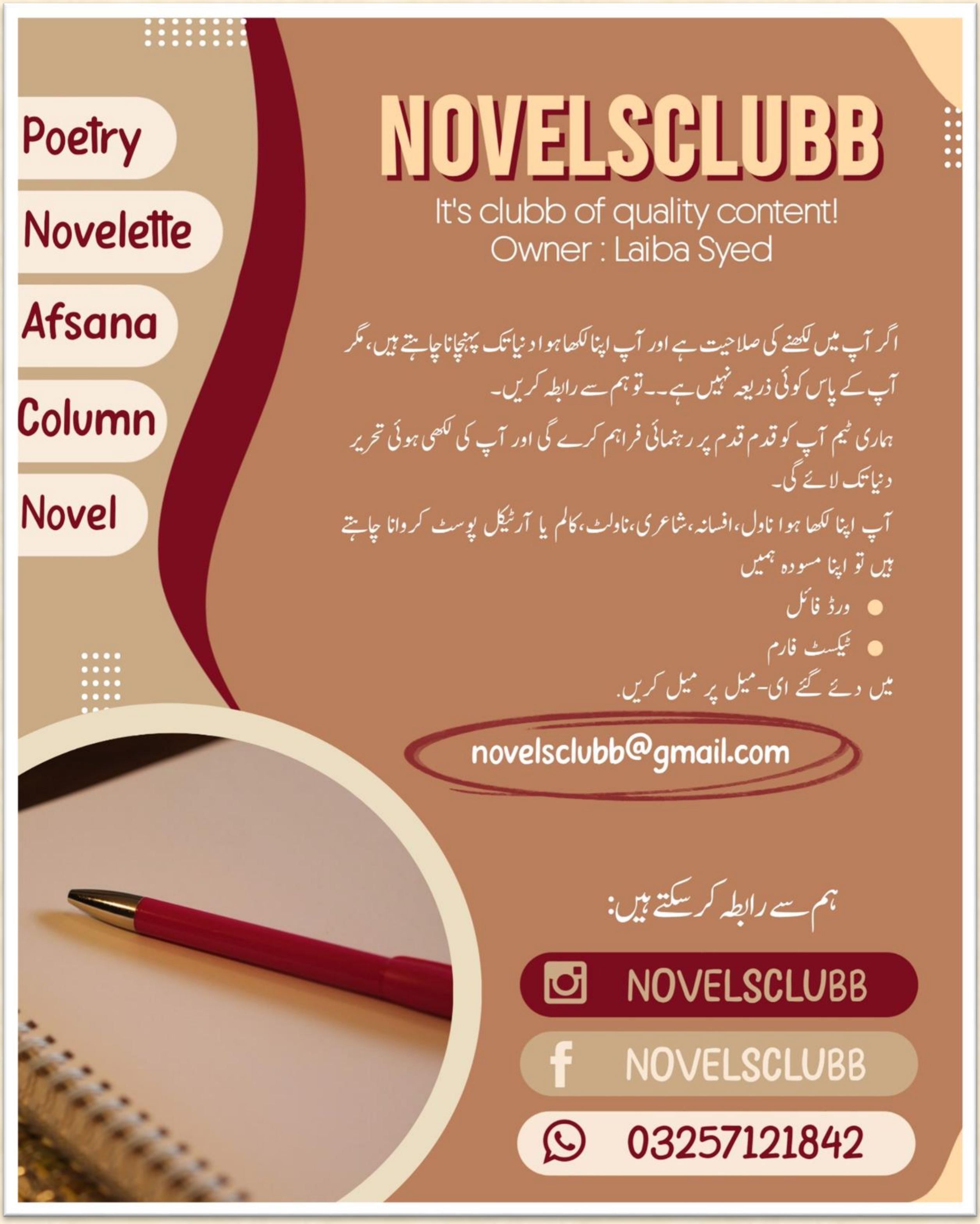

NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیۓ گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

فرق

از قلم

آمنہ امان

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

انتساب:

”فقط اک انسان میں تو نہیں بستا محبت کا احساس

تو جہاں بھر کی محبتوں کا شمار کر کے تو دیکھ“

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

قسط نمبر 1

لاہور:

"بس ایک بڑی جیت اور پھر سب بدل جائے گا"

اس حبس اور گھٹن زدہ والی رات میں زندہ دلانِ شہر لاہور کی سنسان ہوتی سڑکوں کا سفر کرتے ہوئے نکلو تو دکانیں شٹر شٹر کی آوازوں سے اب بند ہونا شروع ہو چکی تھیں۔انہیں میں کھڑی دکان نما دو منزلہ عمارت جو نچلی منزل پر شٹر اور اوپری منزل پر چاروں اطراف سے سیاہ شیشے کی کھڑکیوں سے ڈھکی تھی البتہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ آیا اس منزل پر کوئی موجود تھا یا نہیں۔

پر اسی عمارت کی پتھروں والی چھت پر کوئی دراز قد نوجوان لڑکا تیز تیز قدم بھرتا ادا ہنے کان سے فون لگائے ہوئے اپنی کنپٹی کو مسل رہا تھا۔البتہ چھت کے ملگجے اندھیرے میں اس کے نقوش غیر واضح تھے۔

"آجاؤ حارث گیم شروع ہونے والی ہے۔" اسی پل کسی مرد نے چھت میں داخل ہونے والے دروازے کو دھکیل کر اس کو دھیمی ہانک لگائی تھی۔

حارث نامی وہ لڑکا ابھی بھی یونہی فون کو کان سے لگائے ہوئے تھا، قدموں میں پہلے سے زیادہ تیزی آگئی تھی۔

اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملنے پر اب وہ مرد اس کی جانب بڑھا تھا۔

"بات کیوں نہیں سن رہے میری، آدھے گھنٹے سے چھت پر ہو، کیا کر رہے ہو آخر؟"

متناسب قد والا مرد اس پر اب کچھ گرجا تھا۔

"خاموش۔" حارث نے انگلی کو منہ میں رکھتے ہوئے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا تھا غالباً دوسری جانب سے کال وصول کرلی گئی تھی۔ وہ جو پھر سے بولنے والا تھا چار و ناچار چپ سا ہوا۔

"تم سے میں نے کہا تھا دس لاکھ کی گیم کا، کہا تھا یا نہیں؟" آواز سپاٹ رہی۔

"پھر کس کے باپ کی اجازت سے تم نے ڈھائی لاکھ کی گیم لگائی تھی۔ ہاں، بولو؟"

"اوہ! فار گاڈ سیک، تمہیں واقع ہی لگتا ہے میں کوئی داؤ لگاؤں اور وہ بازی نہ جیتوں۔" لہجہ خود شناس ہوا۔

"ہم پورے بیس لاکھ جیت سکتے تھے، سہیل۔" وہ جیسے تلملا کر بولا۔

"تمہاری یہ ڈرنے کی عادت نے میرا بہت نقصان کروایا ہے۔" آواز میں افسوس در آیا۔

وہ مرد حارث کے قریب ہی کھڑا تھا۔ کچھ کوفت زدہ سا۔

”خیر یہ جو تم نے میرے ساتھ ساڑھے سات لاکھ کی دھاندلی کرنے کی کوشش کی ہے وہ تو اب ویسٹ ہو گئی ہے، میں ابھی بارہ بجے تک گیم سینٹر میں ہوں۔ مجھے پیسوں کی ٹرانزیکشن بارہ بجنے سے پہلے چاہیے۔“

وہ اب مقابل کو ہدایت جاری کر رہا تھا۔

”زیادہ میرے سگے مت بنوں۔ کوشش تو تمہاری یہ ہی تھی کہ میں کچھ نہ جیت پاؤں۔“

”ورنہ کیا تم جانتے نہیں تھے کہ حارث رحمان جب بھی ہارتا ہے اپنی مرضی سے ہارتا ہے۔“ پھر سے خود شناسی اس کے لفظوں سے ٹپکی تھی۔

”میں گیمز کے معاملے میں اپنا بھروسہ بھی نہیں کرتا تم تو پھر دوست ہو۔“ یہ کہتے اس نے فون کا سرخ بٹن دبایا اور کنپٹی کو سہلایا۔

”اور تم ہر وقت میرے سر پر سوار مت ہوا کرو، تمہاری طرح امیر باپ کی اولاد نہیں ہوں، ایک ایک پیسے کا حساب رکھنا پڑتا ہے۔ تم امیروں کو تو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ پیسہ آ کہاں سے رہا ہے اور جا کہاں رہا ہے۔“

Clubb of Quality Content

پتھریلی آواز میں اس مرد کو سخت سست سناتے ہوئے حارث دروازہ کی جانب بڑھا تھا۔وہ مرد بھی اس کے پیچھے لپکا تھا اور خفگی سے بولا۔

"تم سارے امیروں کو اکٹھا کر کے جلا کیوں نہیں دیتے۔ہر گیمز میں لوٹتے تو ہو ہم جیسے امیر بچوں کو ابھی بھی نہیں کیا تمہارا پیٹ بڑھتا۔"

"میں لوٹتا نہیں ہوں،وہ خود کو لٹوانے کے لیے آتے ہیں،کیونکہ امیر لوگ بے وقوف ہوتے ہیں،پیسے کی زیادتی سب سے پہلے ان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج کرتی ہے۔"

وہ صاف طنز کر رہا تھا۔اس کے پیچھے چلتا وہ مرد بڑی طرح تلملایا۔

"اور ہاں میں گھر جا رہا ہوں،آج میرا جیتنے کا کوئی موڈ نہیں ہے۔"اس نے کہا اور دروازہ کو اندر کی جانب دھکیلا۔سیڑھیوں میں لگی زرد پیلی بتی عین اس کے چہرے پر پڑی اور اس کے اطراف سے گزرتی ہوئی آگے پیچھے پھیلی تھی۔حارث نے اپنی آنکھوں کے آگے ہاتھ رکھا اور ابھی ایک قدم آگے لینا چاہا جب پیچھے سے اس مرد نے تیزی سے اس کا کندھا پیچھے کو اپنی جانب کھینچا۔

"حارث میں نے پورے بیس لاکھ لگائے ہیں۔دماغ ٹھیک ہے تیرا۔"وہ دھیما سا چلایا۔

کندھے پر رکھے اس کے ہاتھ کو جھٹک حارث نے اپنا رخ اس کی جانب کیا تھا۔اس کے ارد گرد زرد ہالہ بناتی روشنی اس کے نقوشوں کو گہرا واضح کرتے چلی گئی۔

صاف رنگت پر کھڑے اس کے وجیہ نقوش اس کو ڈھیروں پل ٹھہر کر دیکھنے والا مرد بناتے تھے۔ہلکے چھوٹے گنگھرالے بال جو سلیقے سے پیچھے کو جمے تھے اور زرد روشنی میں سنہری مائل بھورے معلوم ہو رہے تھے۔

چہرہ بیضوی تھا اور زرد روشنی میں نظر آتی اس کو ہلکی شیو والی ٹھوڑی پر عین بائیں جانب دو سیاہی مائل مونگ کے دانے جتنے تل تھے جو اس کی شیو میں چھپے ہوئے قابل نظر تھے۔

اب وہ اپنی سیاہ غلافی آنکھوں میں ڈھیروڈھیرو تمسخر لیے اپنی ہی عمر کے زرد روشنی میں نظر آتے خوش شکل سے لڑکے کو دیکھ رہا تھا، جس کی گول سیاہ آنکھوں میں فقط مسکینیت طاری تھی۔

حارث نے گہری سانس بھری۔

"میں نے کہا ناں میرا آج گیم جیتنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے، علی۔" اس نے اپنے ابرو خاصے تمسخر سے اچکائے۔

"برو یوں مت کرو میں نے بیس لاکھ لگایا ہے۔" علی نے اس کو پچکارنا چاہا۔

"موڈ نہیں ہے میرا۔" اس نے بات ہوا میں اڑائی۔

علی کا دل چاہا وہ اس کا منہ یا اپنے آدھے پونی میں چھوٹے سیدھے بالوں کو نوچ ڈالے۔ اس کا چہرہ زچ ہوا لگتا تھا۔ مگر اس نے ایک گہری سانس لی۔

"ابھی تو تم نے نے سہیل سے کہا تھا کہ بارہ بجے تک یہی ہوں۔" اس کی آنکھیں سکڑیں۔ گلے میں جھولتی چمکتی زنجیریں زرد روشنی میں کچھ زیادہ ہی چمک رہی تھیں ان کو اس نے آگے پیچھے کیا۔

"ہاں پر اب موڈ نہیں ہے میرا،" وہ اس پل علی کو بہت مغرور معلوم ہوا

"کیوں ایسی کیا موت آن پڑی ہے تمہیں۔" وہ تڑخا۔ اس نے بیس لاکھ لگایا تھا اور اس کا موڈ نہیں بن رہا تھا۔ آنکھوں میں خفگی اتری۔

حارث نے اپنی داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو کھجایا۔ آنکھیں لاپرواہ ہوئیں۔

"ہانی سے ملنے جا رہا ہوں۔ ادھر رکا تو شاید دیر ہو جائے گھر واپس بھی جانا ہے۔" وہ اب اپنی آنکھوں کو مسل رہا تھا۔

اس کی بات سننے کی دیر تھی۔ علی کی رنگت بدلی اور سیاہ چمکتی آنکھوں میں ایک چمک در آئی اور وہ چمک شیطانیت سے بھرپور تعلق رکھتی تھی۔

"ہانی، واہ برو! مجھے بھی لے جا۔ میں بھی مل لوں گا ہانی میڈم سے۔" چہرہ کمینگی سے پر ہوا۔

"وہ تم جیسی شکل سے تو کبھی نہ ملے۔" حارث نے بنا تردد جواب دیا۔ غالبا

"اچھا!" اس نے اس لفظ کو باقاعدہ کھینچا تھا۔

"بٹ وہ انگیجڈ شکلوں والے لڑکوں سے تو مل لیتی ہے۔ ایسا کیوں؟" وہ گہرا مسکرایا۔

پر کچھ تھا اس کی بات میں کہ حارث کا چہرہ لمحہ پل کو بدلا تھا۔ مگر بس ایک پل کو۔

"ہاں وہ انگیجڈ اور بہت حد تک تو میرڈ لڑکوں سے بھی مل لیتی ہے۔ تمہیں کوئی تکلیف۔" اس نے ٹھہر ٹھہر کر کہا تھا۔ چہرہ دوبارہ سے پہلے جیسا وجیہ ہو گیا تھا۔

"مائی فٹ۔" علی نے ناک چڑائی۔

"تمہیں کچھ شرم ہے آٹھ سال سے انگیجڈ ہو تم اور میں نے تمہیں اس دوران مسلسل لڑکیاں بدلتے دیکھا ہے۔ تم منگیتر کو چھوڑو تم ان لڑکیوں کے ساتھ لوئل نہیں ہو۔"

"تمہیں کوئی تکلیف۔" حارث نے ہنوز لاپرواہی سے کہا۔

"نہیں مجھے کیوں کوئی تکلیف ہوگی، ایز یو سیڈ، کوئی تمہارا باپ نہیں ہے۔" اس نے جل کر کہا تھا۔

"گڈ۔" حارث نے تھمزاپ دکھایا اور جانے کے لیے مڑنا چاہا پر اگلے ہی پل علی کے الفاظ اس کے پاؤں بری طرح روک چکے تھے۔

"ویسے میں نے سحر آئی مین تمہاری منگیتر کو دو تین بار دیکھا۔" علی کی آواز بہت تیزی سے حارث کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی اور وہ اسی تیزی سے مڑا بھی تھا۔

"تو؟"

اور علی دیکھ سکتا تھا کہ اس کی سیاہ غلافی آنکھیں کسی شے کے زیرِ اثر ڈوب سی گئی تھیں، اور جانے کیوں اس کو مزہ سا آیا۔

"تو کچھ نہیں۔" علی نے دیکھا کہ حارث کے ہاتھ کی مٹھی خود بخود ہی بھینچ گئی تھی۔ وہ یکدم ہی اس کو بے سکون ہوتا دکھا۔ اس کا دل چاہا اب وہ جھومیں، اس کا میچ نہیں کھیلے گا تو آج وہ اس کو بھی سکون سے نہیں رہنے گا۔

"But I must say she is very gorgeous."

حارث کا جبڑا سخت ہوا۔آنکھیں خود بخود چندھیا سی گئیں کوئی ابال گردش کرتے خون میں بے اختیار سا اٹھا۔

"یہ ہانی اور تمہاری وہ پرانی ماہین،علیشہ ،سارہ ای ٹی سی وغیرہ اس کے آگے کچھ نہیں ہے، سحر کا فگر۔۔۔"علی اپنی بات مکمل نہیں کر پایا تھا کیونکہ حارث کا خون تیزی سے گردش ہوا اور پھر اس نے جمے ہوئے ہاتھ کا مکہ اس کے دائیں گال پر اتنی قوت سے مارا تھا کہ وہ لڑکھڑا کر چند قدم پیچھے ہٹا۔

لڑکھڑانے کے چند پل بعد علی سیدھا ہوا اور اسے دیکھا۔جو پھولتے تنفس کو روکنے کی سعی کر رہا تھا۔جبڑے کی ہڈی سختی سے بھینچ رکھی تھی اور ہاتھوں کو سختی سے دبایا ہوا تھا۔

علی نے ناک سے رستے ہوئے خون کو انگوٹھے سے صاف کیا جبڑا دائیں بائیں کیا۔اس کا جبڑا دکھ رہا تھا پر وہ پھر سے مسکرا دیا۔

"ہنہ،پوزیسیو۔"علی کی آنکھوں میں وہی کمینگی تھی۔

حارث نے ایک قدم آگے بڑھایا اور اس کو پیچھے گدی سے پکڑ چہرہ اپنے مقابل کیا، علی کا چہرہ بھی سپاٹ ہوا۔

"آئندہ اگر میں نے تمہارے منہ سے اس کا ذکر سنا اور وہ بھی اس طرح کے الفاظ میں، تو میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں اور تمہارے جدی پشتی رئیسوں والے خاندان کو قرضے میں ایسا ڈبوؤں گا کہ کوئی تمہیں بھیک بھی نہیں دے گا۔"

علی نے اس بار ستائشی انداز میں اس کو دیکھ ابرو اچکائی۔ غالباً اس نے اس کے مکے کارتی برابر بھی فرق نہیں لیا تھا۔

ابھی وہ کچھ کہتا کہ وہ حارث پھر سے ترشی سے بولا۔

"ای ٹی سی والی لڑکیوں کا comparison اس سے بھول کر بھی مت کرنا، وہ میرے لیے کیا ہے کیسی ہے میری کون ہے، یہ مجھے بتانے والے تم کوئی نہیں ہوتے، کیونکہ تم میرے باپ نہیں ہو۔"

"اور وہ لڑکیاں میرے کام کی حد تک مجھ سے منسلک ہیں۔"

چبا چبا کر بولتے اس نے جھٹکے سے اسے چھوڑا اور پھر مڑ کر زینوں کی جانب تیز تیز قدم لیتا نیچے کی طرف غائب ہوا۔

علی اب اپنی گردن سہلا رہا تھا۔ چہرہ خفگی سے پر ہوا۔

”تم بھی منگیتر ہو اس کے باپ نہیں، خود تم مرد ہزار عورتوں سے تعلق رکھو وہ عورتیں کس کیٹگیری کی ہوتی ہیں یہ جانتے ہوئے بھی ان کو سر آنکھوں پر بٹھاتے ہو۔پر اپنے سے منسلک عورت کے بارے میں کوئی ایسی ویسی بات کہے تو ایگو ہرٹ ہو جاتی ہے۔اور اس عورت کا نہیں سوچتے۔“

وہ ناک پہ ہاتھ رکھے خود سے ہی بڑبڑاہٹ کرتے ہوئے چھت کا دروازہ لگا رہا تھا۔

”ڈبل اسٹنیڈر والے سانپ ہے آج کل کے مرد۔“ “Bloody narsacisit”

نحوت سے کہتا وہ بند درواز کے پیچھے کہیں معدوم ہوا تھا۔

رات سیاہی کی چادر اوڑھے گہری اور سیاہ ہو رہی تھی، پر ٹم ٹم کرتے تارے سیاہی میں اجالا سا بکھیر رہے تھے۔

☆☆☆

”حقیقت، خواب، سراب“

رات گزری اور دن بر آمد ہوا۔لاہور میں صبح کا اجالا پھیل اپنے آس پاس سب کچھ روشن کر رہا تھا مگر موسم بوجھل تھا۔ سورج آسمان پر مکمل تپش لیے سڑک پر بھاگتی ہوئی دیگر سواریوں اور فٹ پاتھ پر چلتے راہگیروں کو جھلسانے کا کام بخوبی سرانجام دے رہا تھا۔اسی پر تپش ہوا میں سے گزرتے ہوئے کندھوں تک آتے کرل شدہ بالوں کو بار بار کندھے سے پیچھے کی جانب جھٹکتے ہوئے سرخ عمارت والے سرکاری کالج کے وسیع سے گھاس کے دوسری جانب بنے میدان میں ایک لڑکی تیز تیز قدم لیے خارجی گیٹ کی جانب بڑھ رہی تھی۔ عین اسی پل اس کو کسی نے نرمی سے پکارا تھا۔

"میڈم سحر جبین!" وہ لڑکی ٹھہری اور کولا پوری چپل پہنے پاؤں کو تقریباً گھماتے ہوئے مڑی تھی۔اس کی گندمی رنگت میں سورج کی قہر برساتی گرمی کے باعث سرخیاں گھل رہی تھیں۔ہلکے تیکھے نین نقش والی وہ لڑکی اپنی ہلکی چھوٹی بھوری آنکھوں کو مزید چھوٹا کیے دور سے اپنی جانب آتے واجبی نقوش والے اس دراز قد مرد کو دیکھ رہی تھی۔

سحر جبین نے داہنے سلیو لیس بازو والے ہاتھ کا چھجہ بنایا اپنے ماتھے پر رکھا غالباً اس کو گرمی کا ادراک بخوبی تھا۔

"سوری میں نے آپ کو اتنی دور سے مخاطب کیا۔" اپنی صاف رنگت میں سرخی لیے وہ نوجوان مرد ٹھہر ٹھہر کر بولا۔

پھر اس نے ایک نظر سحر جبین کے کانوں میں چمکتے ہوئے ننھے گلابی نگینوں والے ایر نگز کو اپنی بھوری آنکھوں سے دیکھا اور پھر دوسرے پل اس نے اپنی نظروں کو جھکتا ہوا پایا۔

"اٹس اوکے! کوئی کام تھا۔"

سحر نے ہاتھ کا یونہی چھجہ بنائے اس سے پوچھا۔ اس مرد کا قد طویل ہونے کے باعث اس کو گردن اور نظریں دونوں اٹھانا پڑی تھیں۔

"جی وہ یہ آپ کا کارڈ آپ کی ورکنگ ٹیبل پر رہ گیا تھا۔"

اس نے اپنی سیاہ ڈریس شرٹ کے اوپر پہنے ہوئے چھوٹے سے بھورے بیگ میں سے ایک کارڈ نکال کر اس کی جانب بڑھایا۔

"اوہ!" سحر نے اپنے سر پر ہاتھ مارا۔

وہ مرد بنا دیکھے ہی اس کی حرکت پر دھیما سا ہنسا تھا۔

"تھینک یو سو مچ تیمور سر!" وہ اب اس سے کارڈ تھامتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔

"دراصل آج میں کوئی بیگ نہیں لائی تھی، تھوڑے سے ٹائم کے لیے آنا تھا اس لیے۔ اگین تھینک یو۔"

"My Pleasure." وہ دھیما سا بولا۔

"ٹھیک ہے میں اب چلتی ہوں۔" ایک پل ٹھہر کر وہ بولی اور پھر دوسرے ہی پل تیزی سے پاؤں گھمانے کے باعث اس کے دائیں پاؤں والی کولا پوری چپل کا اوپری تلا اپنی سلائی سے علیحدہ ہوا۔ دوسرا پاؤں اس پر آیا جس کی وجہ سے وہ ہلکا سا لڑکھڑائی تھی۔

تیمور فوراً سے پہلے اس کی آواز پر متوجہ ہوا تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" اس کا چہرہ یکدم پریشان سا ہوا۔

"جی بس لگتا ہے جوتا ٹوٹ گیا میرا۔"

وہ سنبھلنے کے بعد آواز میں بیچارگی سموئے بولی۔ پھر وہ گھٹنوں کے بل بیٹھی۔ چھوٹے کرل کیے بال بھی اس کے کندھے سے پھسل کر آگے کو گرے تھے۔ تیمور بھی چند قدم دور پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سرخ عمارت اس پل زیادہ لوگوں کی موجودگی سے غیر معلوم ہورہی تھی۔ سحر نے اپنی سیاہ کولا پوری چپل کو دیکھا اور پھر سامنے مناسب سا فاصلہ رکھ کر بیٹھے ہوئے تیمور کو۔ تیمور اسے نہیں دیکھ رہا تھا وہ نفیس سی کولا پوری چپل کو کچھ افسوس سے دیکھ رہا تھا۔

شدید آنچ دیتی گرمی کے باعث اب ان دونوں کے چہروں پر پسینہ نمودار ہونا شروع ہو چکا تھا۔ تیمور نے کسی احساس کے تحت چونک کر نظریں اٹھائی تھیں۔ وہ اس کو ہی دیکھ رہی تھی لیکن سحر کی آنکھوں کا تاثر اس کے لیے ناقابلِ فہم تھا۔

"سوری!" تیمور نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کو نہ روکتا تو شاید یہ نا ٹوٹتی۔" اس کے تاثر کو اپنی طرف سے کوئی نام دے اس نے کہا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سحر کی آنکھیں کچھ اور سکڑیں۔ تیمور کھسیانہ سا ہو کر نظریں پھیر گیا۔

پھر دوسرے ہی پل اس نے فضا میں مدھر سی ہنسی گونجتے سنی، وہ ہنسی سحر کی تھی۔ جواب ہنستے ہوئے کھڑی ہو رہی تھی، کندھوں پہ آئے چھوٹے سیاہ بالوں کو اس نے جھٹکا دیے پیچھے کیا تھا۔

تیمور بھی گھٹنوں پر ہاتھ رکھے کھڑا ہوا، اور پھر جانے کس اثر کے تحت اس کو دیکھے گیا۔ اس کا واجبی چہرہ دیکھ ایسے لگتا تھا جیسے وہ کسی شے کے زیرِ اثر مبہوت ہوا ہو۔ اس پل اس کا چہرہ اسی اثر کے تحت نرم موم سے بنا ہوا لگتا تھا، خالص اور ملائمت والی موم۔

سحر نے ایک ہاتھ میں چپل تھام رکھی تھی اور دوسرا ہاتھ چہرے کے آگے تھا۔

یہ پل گزرا اور دوسرا پل آیا۔ اور اسی ایک پل میں تیمور نے نظروں کا رخ اس کی چپل کی جانب کیا تھا۔ حالانکہ وہ پوچھنا چاہتا تھا وہ یوں کیوں ہنس رہی ہے؟ لیکن نہیں پوچھ پایا۔

شاید اس کو یہ منظر بہت بھلا معلوم ہوا تھا۔

"سوری مجھے بس آپ کی بات سن کر ہنسی آگئی ویسے بھی مجھے ہمیشہ غلط وقت پر ہنسی آجاتی ہے۔"

اس نے خود ہی اپنے ہنسنے کا جواز پیش کیا۔

"نہیں آپ کا کوئی قصور نہیں۔ دراصل یہ جوتی میرے ہر آؤٹ فیٹ کے ساتھ میچ کر جاتی ہے۔ اس لیے میں زیادہ یہی پہنتی ہوں۔ لیکن اس کی حالت کچھ دنوں سے مجھے پہلے ہی وارننگ دے رہی تھی کہ میں نے تو ٹوٹ جانا ہے بھئی کچھ نیا بندوبست کر لو۔"

اس نے اپنی ہنسی روکنے کے بعد چہرہ پر پھر سے ہاتھ کا چھجہ بناتے ہوئے اسے وضاحت پیش کی تھی۔غالباًوہ اب تیمور کے پریشان کن چہرے والے تاثرات سے مزید حظ نہیں اٹھاسکتی تھی۔

"سی"سحر نے زمین پر رکھا پاؤں یکدم اٹھایا۔"زمین زیادہ ہی گرم ہے۔"

اس نے چھوٹے بالوں کو پھر سے پیچھے جھٹکااور دوسرے ہی پل وہ بدق کر پیچھے ہٹی تھی، کیونکہ تیموراب گھٹنوں کے بل بیٹھ اپنے لیسز والے بوٹ اتار رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟"

اس نے چہرہ اٹھائے پوچھا۔چھوٹی آنکھیں ہلکی سی واہ ہوئیں۔

"آپ یوں اتنی گرمی میں ایک جوتی کے بغیر پارکنگ ایریا تک نہیں جا پائیں گی۔"وہ اپنے کندھے پر ٹنگے ہوئے بیگ میں سے ایک رومال کو نکالتے ہوئے بوٹوں کو اندر اور باہر سے صاف کر رہا تھا۔

تیمور نے کمر کے بل جھکتے ہوئے سیاہ بوٹوں کو عین اس کے پاؤوں کے سامنے رکھا۔اب اس کے اپنے بھورے موزے پہنے والے پاؤں گرم زمین پر دل جمعی سے قائم تھے۔

سحر کے تاثرات عجیب سے ہونا شروع ہوئے۔ چھوٹے بالوں کو اپنی عادت کے مطابق پھر سے جھٹکا دے پیچھے کیا۔

”نہیں تیمور سر میرے پاس ایک جوتی ہے اور میں۔۔۔“

”پلیز گرمی بہت ہے۔ پہن لیجیئے۔ ایسے مجھے مناسب نہیں لگے گا کہ آپ بغیر جوتی کے اتنی دور پیدل جائیں وہ بھی جب میں یہاں موجود ہوں آپ کی مدد کے لیے۔“ وہ جتنی نرمی سے کہہ سکتا تھا اس نے کہا۔

”پر آپ۔۔“ سحر ہچکچائی۔

”پلیز، مجھے ابھی کافی کام کرنا ہے، دو تین بج جائیں گے گھر جاتے ہوئے تب تک میں کوئی بندوبست کر لوں گا جوتوں کا۔ آپ کو دور جانا ہے یوں اچھا نہیں لگے گا۔“ اس نے نرمی سے اس کی بات کاٹی۔ گرمی سے دونوں کے چہرے پر پسینے کی بوندے ٹپکنا شروع ہوئی تھی۔

”آپ کا آج ویسے بھی آخری دن تھا کالج میں اور مجھے واقع ہی لگ رہا میری وجہ سے آپ کی جوتی ٹوٹی ہے۔ میں نے آپ کو روکا۔ نہیں تو اب تک آپ پارکنگ ایریا میں پہنچ ہی چکی ہوتیں۔“

"آپ نے مجھے میری چیز پہنچانے کے لیے ہی روکا تھا۔ خود کو یوں بلیم نہ کریں۔" سحر کو عجیب سی شرمندگی نے آن گھیرا۔

"پھر بھی۔" وہ پھر سے کہہ گیا۔

سحر نے اپنی کنپٹی کو کھجایا اس کو اب شرمندگی ہو رہی تھی۔ اس کا تو کوئی قصور نہ تھا پھر بھی وہ اس کی مدد کر رہا تھا۔ لب کاٹے اس نے اس کے پاؤں دیکھے جو اپنی ازلی حالت میں کھڑے تھے۔ اس کی طرح نہ کبھی آگے ہوتے نہ کبھی پیچھے۔

"کیا اس کو زمین گرم نہیں لگ رہی؟" وہ یہ بس سوچ سکی کہہ نہ سکی۔

"پر آپ کیسے جائیں گے وہاں تک۔" اس نے دور سے نظر آتے ہال کے کھلے ہوئے دروازے کی جانب اشارہ کیا تھا۔

"دیکھیں میں نے جراب پہنی ہوئی ہیں اور میں وہاں تک باآسانی چلا جاؤں گا۔ اتنی گرم نہیں لگے گی مجھے زمین جتنی آپ کو یوں جانے کے باعث لگے گی۔"

دونوں کے درمیان عجیب ہی معمہ بن چکا تھا۔

تیمور نے دیکھا وہ اب واضح کشمکش میں پڑ گئی تھی۔ چہرے پر جابجا پسینہ چمک رہا تھا۔ پھر اس نے اس کو کہتے ہوئے سنا

”میں کل آؤں گی اور آپ کے شوز واپس کر دوں گی۔ اور ایسے مت کہیں کہ یہ آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہ واقع ہی مجھے سگنل دے رہے تھے کہ ہم نے جلد ہی ٹوٹ جانا ہے۔ بس میں ہمیشہ سگنل ٹوٹنے کے بعد ہی سمجھتے ہوں۔“

وہ اپنے تعین اپنے پاؤں اس کے پیروں سے بے حد لمبے اور کھلے بوٹوں میں اپنے نازک مرمری سے پاؤں بھرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ایک دم ہی اس کے پاؤں کو بوٹوں کی گرم سی نرمی نے سکون دیا تھا۔ پر وہ پھر سے رکی۔

تیمور اب اس کے آگے ٹشو بڑھا رہا تھا۔ وہ ٹھٹھک سی گئی۔

”آپ کے اس بیگ میں سب کچھ ہوتا ہے۔ کیا ڈورے مون کا بیگ ہے یہ؟“ سحر نے سر کو جھٹک ممنون تاثر لیے ٹشو تھاما اور پھر رازدرانہ انداز میں اس سے گویا ہو کر پوچھا۔

اس بار وہ چہرہ جھکائے دل کھول کر ہنس دیا۔ چھوٹی تراشیدہ شیو میں ننھا سا گڑھا ڈوب کر ابھرا تھا۔ وہ اس کی بات سے کافی حد تک محظوظ دکھتا تھا۔

"ویل آپ یہ کہہ سکتی ہیں۔"

"ویسے کیا آپ کو ڈورے مون پسند ہے؟" وہ ویسے ہی دھوپ میں جلتی ہوئی زمین پہ قدم جمائے کھڑا تھا۔

"بہت۔" اس نے بھی سوال سن یکدم ننھے بچوں والا اشتیاق لیے اس سے کہا۔

پھر اس نے اپنے پاؤں کو بوٹوں میں ہی آگے پیچھے کیا۔ مگر اس کے پاؤں مکمل طور پر بوٹوں میں فٹ ہونے سے قاصر ہو رہے تھے۔ اس کو یکدم ہی کوفت سی ہوئی۔ اور پھر وہ رواوانی میں کہہ بیٹھی۔

"آپ کے پاؤں کتنے بڑے ہیں۔" مگر احساس ہونے پر اس نے آنکھیں میچیں۔ ایسے بھلاں کون کہتا ہے۔ اس نے دل میں خود کو ڈپٹا۔

"وہ میرا مطلب۔۔"

"بلکل ڈورے مون کی طرح۔" تیمور نے برا منایا بغیر تصحیح چاہی۔ نظریں بوٹوں پہ مقید تھیں۔

سحر جھینپ کر کچھ شرمندہ سی مسکرا دی۔ رخسار سرخ ہوئے۔

"سوری۔" وہ شرمندہ ہوئی۔ایک تو وہ اس کی مدد کر رہا تھا۔اور اوپر سے وہ اس کے پاؤں کو لے کر بیٹھ گئی تھی۔

"کوئی بات نہیں ڈورے مون کے پاؤں اتنے ہی بڑے ہوتے ہیں۔" اب کہ وہ کندھے اچکائے کہہ رہا تھا۔پاؤں ویسے ہی جمے تھے۔

"آپ خود کو ڈورے مون کہہ رہے ہیں۔" وہ یہی اخز کر سکی۔

" بلکل بھی نہیں،ڈورے مون جیسا کوئی کہاں۔ہاں میرے پاؤں ضرور اس جیسے ہیں۔" طنز نہیں تھا بس سادگی تھی اس کے جملے میں۔

اس بار وہ ہنس دی۔وہ بھی دھیما سا اس کی جانب دیکھے بغیر ہنسا تھا۔ارد گرد پھیلی حدت والی روشنی تیمور کو اپنے اطراف میں قوسِ قزح کے رنگ بکھیرتی معلوم ہوئی تھی۔پر جب تک اس کو پیچھے سے پیون نے آواز نہیں دی تھی۔

"جبین بی بی!" پیون اس کے قریب آ رکا۔

"وہ کوئی نئے صاحب آئے ہیں آپ کو آج لینے۔حارث نام بتا رہے ہیں اپنا۔کافی بار پوچھ چکے ہیں آپ کا۔"

"حارث۔" وہ زیرِ لب بولی۔ آنکھوں میں ایک خاص چمک اتری تھی۔ پر دوسرے ہی لمحے اضطراب لہرایا۔

"کب سے پوچھ رہے ہیں وہ میرے بارے میں؟"

اس نے اپنا مکمل رخ پیون کی جانب کیا اور تیزی سے پوچھا۔ چھوٹے بالوں کو کان کے پیچھے اڑسا تھا۔ ہاتھ میں موجود ٹشو سے چہرے کو صاف کیا۔

"تقریباً پانچ، دس منٹ۔۔"

"اوہ! خدایا آپ مجھے بتا تو دیتے۔" وہ جلدی سے بولتے ہوئے آگے بڑھی تھی۔ نہ اس نے اپنی ٹوٹی ہوئی کولاپوری چپل کے جوڑے کو دیکھا نہ اس کو جس نے کچھ قبل اس کی مدد کی تھی۔ وہ تیز تیز قدم لیتی آگے بڑھ رہی تھی۔ حارث نامی شخص نے جیسے ہر شے کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔

اس لمحے خود کو قوسِ قزح والی فضا میں محسوس کرتے ہوئے مرد کے چہرہ پر سب کچھ بدل گیا تھا۔ جلن شدید جلن کے باعث اس نے اپنے پاؤں آگے پیچھے کیے تھے۔ نظریں تیز قدم بھرتی سحر کی پشت سے ہوتی ہوئی اس کی کولاپوری چپل کے جوڑے پر آن ٹھہری تھیں۔

آہ! ایک گہری سانس لی اور جوتی کے جوڑے کو کمر کے بل جھکتے ہوئے اٹھایا۔وہ صحیح کہہ رہی تھی جوتی کے دونوں تلے ہی اب ٹوٹنے والے تھے۔

"کیا یہ اس کو اتنی پسند تھی جو وہ اس حالت میں بھی اس کو پہنے آئی۔" دل کے گوشے میں آواز لہرائی۔

"صاحب یہ ٹوٹ گئی ہے۔ پھینکنی ہے؟" پیون نے آستین سے پسینہ پونچھتے ہوئے پوچھا۔

تیمور کے پاؤں گرم زمین پر ٹکنے سے اب انکاری تھے جانے کیوں اس کو یکدم ہی زمین گہری جلن پہنچا رہی تھی۔

"ہر ٹوٹی ہوئی چیز کو پھینکتے نہیں ہیں۔ کچھ ٹوٹی ہوئی چیزوں کو جوڑنے کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔"

اس کی ٹھہری ہوئی سلجھی بات پیون بابا کے سر سے گزری تھی۔اس نے کندھے اچکائے اور واپس سے صدر دروازے کی جانب ہو لیے۔

صاف رنگت والے چہرے پر پسینہ ابھر رہا تھا۔کولا پوری چپل کو اس نے نیچے زمین پر رکھا۔بیگ کھولا ساری چیزیں زمین پر الٹ دیں۔

جوتی کا سائز درمیانہ تھا جو باآسانی اس کے بیگ میں سما گئی۔ زمین پر بکھری چیزوں کو بیگ میں سے ہی نکلے ایک شاپر میں ڈالا، پھر کھڑا ہوا۔اب کے سارے میں گرم لو والی ہوا بھی چل رہی تھی۔ پھر اس نے تیز تیز قدم بھرنا شروع کیے،اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھاگا تھا۔ غالباًاس سے زمین کی حدت والی جلن برداشت نہیں ہو رہی تھی۔وہ جلن اب آہستہ آہستہ اس کے جسم میں سرائیت کر رہی تھی۔

کیونکہ وہ بھی ایک انسان تھا اور جلن تو کسی انسان سے برداشت نہیں ہوتی۔ سرخ کالج کی عمارت ویسے ہی اپنے سامنے ادھر سے ادھر جاتے گرمی سے بے حال ہوتے انسانوں کو دیکھ رہی تھی۔

سحر بھی تیزی سے اسی عمارت کے ساتھ بنی پارکنگ ایریا میں داخل ہوئی۔ بالوں کو بار بار پیچھے جھٹکتی وہ بہت جلدی جلدی بڑے بوٹوں کو بمشکل اپنے پاؤں میں برقرار رکھنے کی کوشش میں ہلکان ہوتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔

جب زوردار ہارن کی آواز اس کے کانوں کا پردہ پھاڑنے کے مترادف پیچھے سے آئی۔

اس کا رنگ بدلا، دل ڈوبا، پیٹ میں گرہیں پڑیں پھر وہ مڑی، وہ سامنے ہی کھڑا تھا، اپنے پرانے ماڈل کی سٹی کے ساتھ ٹیک لگائے، اپنی وجیہہ شخصیت کا اثر لیے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ایک زوردار ہارن پھر دیا گیا اب کہ وہ بری طرح بوکھلا کر اس کی جانب بڑھی وہ زیادہ دور نہ تھا پر وہ بہت دور تھا۔

بڑے بوٹ اس کو چلنے میں دقت ضرور دے رہے تھے، پر زمین کی جلن اس تک نہیں پہنچ پا رہی تھی، سکون اور آرام تھا۔

"اندھی ہو، کب سے ادھر دھوپ میں کھڑا ہوں۔" وہ ابھی اس تک آ ہی رہی تھی کہ وہ ایک ہی جست میں اس تک آیا اور اس کی کلائی کو ہاتھ میں نوچے آگے بڑھا۔ اور سحر جبین نے اس کا انداز بہت سنگین پایا۔

"وہ میری جوتی۔۔۔۔"

"شٹ اپ سحر، تم امیر لوگ غریب کو جوتی کی نوک پر کیوں رکھتے ہو۔" وہ درشتگی سے اس کی بات کاٹ گیا۔ وہ پھر سے کچھ کہہ نہ پائی۔

اب وہ اسے لیے گاڑی کے سامنے کھڑا تھا، کلائی وہ چھوڑ چکا تھا۔ جھلساتی ہوئی لو والی دھوپ ویسے ہی برس رہی تھی۔ وہ بمشکل اس کے کندھے تک آ رہی تھی اور نظروں کو جھکائے وہ جز بز تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ان دونوں کا چہرہ سرخ پڑ رہا تھا، حارث کا غصے سے اور اس کا شاید شرمندگی سے وہ اس کے سامنے ہاتھ کا چھجا بھی نہیں بنا رہی تھی، سخت دھوپ اس کا چہرہ جھلسا رہی تھی۔

"ایک ہفتہ تم نے میرے ساتھ آنا جانا ہے، تمہارے یہ ٹانٹرمز میں کسی صورت برداشت نہیں کروں گا۔ سمجھی۔

"میری جوتی۔۔۔" اس نے گلا تر کیے بولنے کی سعی کی۔ جواباً حارث نے زوردار مکہ گاڑی کے بونٹ پر مارا۔

"اب میں تمہارے لیے یہاں جوتیاں لیے پھروں، ہاں۔"

"نہیں، میرا مطلب۔۔" اس نے تھوک نگلا، دل عجیب بے ترتیب ہونا شروع ہوا۔

"بھاڑ میں جائے تمہارا مطلب، ہر کسی کو نوکر سمجھنا چھوڑ دو، انتہائی بری خصلت ہے یہ۔" انداز ابھی بھی مشتعل تھا۔ "وہ تمہارا ارحم بھائی اتنا انتظار کر سکتا ہے میں نہیں۔"

دھوپ اور اس کی باتیں مسلسل اسکا چہرہ بدل رہی تھیں۔ اس کو اپنی آنکھیں نم نم ہونا محسوس ہوئی۔

”مجھے نہیں پتا تھا آپ نے آنا ہے مجھے پک کرنے، راحم نے کہا تھا وہ آئے گا۔“ وہ چپ ہوا تو وہ موقع غنیمت جان گلوگیر سی آواز وضاحت دے بیٹھی۔ آواز کی نمی کو تھوک نگل گلے میں دبانے کی کوشش کی۔ وہ کچھ دیر اس کو مشتعل نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ کی طرف ہوا۔

”گوٹو ہیل ودیور راحم، پٹکواب گاڑی میں، امیر ہو گی اپنے گھر نخرے غلاموں کو دکھاؤ جن کو پیسے دیتے ہو تم لوگ۔ میں نوکر یا غلام نہیں ہوں تمہارا۔“ سحر نے ارد گرد نم ہوتی آنکھوں سے دیکھا، پارکنگ ایریا میں اکادکا لوگ تھے جنہوں نے گزرتے ہوئے گاہے بگاہے حارث کی آواز کے باعث ان پر نظر ڈالی تھی۔ خفت سے اس کا چہرہ سرخ پڑنا شروع ہوا۔

اس نے اپنے دل میں لرزش ہوتی پائی، ہر طرف جلن تھی، سوائے پیروں کے۔ پھر وہ بھی ڈوبتے دل اور ہلکی بھوری آنکھوں میں امڈتی نمی کو ڈوبانے کی کوشش کرتے ہوئے پیسنجر سیٹ میں بیٹھ گئی۔ البتہ دل بے ترتیب تھا بے حد بے ترتیب۔

☆☆☆

لاہور کی کھلی اور صاف ستھری سڑکوں پہ سے گزرتے ہوئے اس مڈل کلاس کالونی میں جھانکو تو اس علاقے میں دھکم پیل صاف سنائی اور دکھائی دے رہی تھی، گلی میں سے گزرتی ویگنیں مختلف کلاسس کے بچوں کو انکے مطلوبہ گھروں کے سامنے اتارتیں اور پھر سڑک کی دھول اڑاتے آگے بڑھتیں۔ انہیں متوسط مگر خوبصورت سے مناسب رقبے والے گھروں میں سے ایک گھر میں فون کی تیز چنگھاڑتی آواز گونجی تھی۔اور جس کمرے سے آرہی تھی اس کمرے میں فقط نیم اندھیرا تھا۔

فون چیخ چیخ کر بجنے کے بعد پھر سے چیخنا شروع ہوا۔اور چند ساعتوں بعد ٹوں کی آواز سے کمرے کی سیلنگ سے لگے تیزی سے گھومتے پنکھے کی رفتار آہستہ آہستہ بند ہونا شروع ہوئی۔وہ کچھ پل خالی الذہن کی حالت میں فون کی آواز کو سنتا رہا۔اوندھے منہ لیٹے اس کی آنکھوں میں خماری تھی۔فون ابھی بھی بج رہا تھا۔پھر اس نے ہاتھ بڑھایا اور بنا کرنے والے کا نام دیکھے فون کو کان سے لگایا۔

''ہیلو ہانی، بولو!'' غالباً اس کو اندازہ تھا کہ دوسری طرف کون ہوگا۔سو کر اٹھنے کے باعث آواز کافی بھاری تھی۔

"ٹھیک ہے میں جب آؤں گا لے لوں گا اپنے پاس سنبھال کر رکھ لو۔" خمار زدہ آنکھیں پھر سے بوجھل ہو رہی تھیں۔

"کیا ہوا تھا مجھے کل؟" دوسری طرف کی بات سن وہ کچھ پلوں کی دیری کے بعد سوالیہ لہجہ میں مقابل سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں ناراض نہیں ہوں۔"

"ہانی ابھی میرے سر میں شدید درد ہے بعد میں بات کرتا ہوں ڈسٹرب مت کرو۔"

غنودگی میں جاتی آواز میں جنجھلاہٹ در آئی۔

"اور تم سے جسٹ میں کام کے سلسے میں ملتا ہوں، زیادہ میرے پرسنل میں مت گھسا کرو۔"

فون کو بنا دیکھے ہی پرے اچھالے۔ وہ ڈسٹرب لگتا تھا۔ پھر اس نے رخ بدلا اور نظروں کو ساکت ہوئے پنکھے کے پروں پر جمایا۔

وہ جانے کن سوچوں میں غرقاں تھا جب تیزی سے کمرے کا دروازہ کھول نسوانی آواز میں لڑکی بڑبڑاتے ہوئے داخل ہوئی۔

"بھائی اٹھ جائیں اب، ممی نے میری جان کھائی ہوئی ہے، حارث کو اٹھاؤ، حارث کو اٹھاؤ۔ بھلاں آپ چھوٹے کاکے ہیں، ہنہ۔"

دھیمی آواز میں خفا سی کہتی ہوئی اس نے کمرے کی بتی جلائی، حارث نے آنکھوں پر تیز روشنی پڑنے کی وجہ سے ہاتھ رکھا۔

وہ اکیس، بائیس سالہ لڑکی تھی۔ لمبے گھنگریالے بالوں کی چٹیا آگے کو لٹک رہی تھی۔ ناک پہ دھرا چشمہ، سانولی رنگت اور خوبصورت نقوش، آنکھیں حارث جیسی تھیں سیاہ غلافی۔

"اٹھ جاؤ بھائی۔" وہ کہتی باہر کو بڑھی۔

"ناز، لیموں پانی لا کر دے دو اٹھ جاؤں گا۔" حارث اب اٹھ کر بیٹھ رہا تھا۔ بھورے گھنگریالے بالوں میں ہاتھ پھیر ان کو پیچھے دھکیلا۔ اب وہ پھر سے آنکھیں مسل رہا تھا۔

ناز نے ناک پر دھرا چشمہ اوپر کیا اور ناک سکوڑی۔ "پتا نہیں اتنا لیموں پانی کیسے پی لیتے ہیں آپ؟"

"منہ سے۔" حارث بیڈ سے کھڑا ہوا۔ آواز سنجیدہ تھی۔

"اوہ! مجھے تو پتا ہی نہیں تھا۔" پھر سے ناک سکیڑی دروازہ کھولا اور باہر نکلی۔

ناولز کلب
Class of Quality Content

حارث کا چہرہ سپاٹ تھا پر آنکھیں پر سوچ۔ارد گرد نظر ڈالو تو کمرہ بے حد سادہ اور درمیانہ تھا ۔سفید اور خاکی رنگ کی دیواروں کے آمنے سامنے بیڈ اور الماری رکھی ہوئی تھی،بیڈ کے عین پیچھے کھڑکی تھی بھاری سیاہ اور سفید پھولوں والے پردے لٹک رہے تھے۔داہنی دیوار کے ساتھ ایل ای ڈی نسب تھی۔اور اس کے تلے ورکنگ ٹیبل پر نجانے کئی قسموں کی فائلز اور تاریں الجھی ہوئی تھیں۔

ٹھک کی آواز کے ساتھ اس نے الماری کو بند کیا ابھی وہ سامنے نظر آتے واشروم کی طرف بڑھتا اس سے قبل ہی اس کو اپنا دل سا خراب ہوتا محسوس ہوا۔یکدم وہ کھانسا اور پھر گلے کو مسلتے ہوئے اس نے اپنا لباس بیڈ پر اچھالا اور مرکزی دروازہ کھول باہر بڑھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

گھر زیادہ بڑا نہیں تھا،اس کے کمرے کے ساتھ ایک اور کمرہ اور دائیں طرف کچن اور بائیں جانب بھورے صوفوں کو سیٹ کیے گیا تھا،جو ٹی وی لاؤنج ہونے کا منظر پیش کر رہا تھا۔اس کی دوسری طرف شیشے کے سلائیڈنگ ڈور لگے تھے۔غالباً سلائیڈنگ ڈور کے پار وہ حصہ تھا جو محض مہمانوں کے لیے مخصوص تھا۔

پھر وہ ٹی وی لاؤنج کے تھری سیٹر صوفے پر بیٹھا،جس پر نفاست سے فرل والے اناری رنگ کے کور بچھے تھے،پورشن صاف ستھرا اور نفیس سی سجاوٹ والا تاثر دیتا تھا۔

کچن کے ساتھ بنی لکڑی کے زینوں پر سے ناز ناک سکیڑے نیچے اتر رہی تھی۔ایک ہاتھ میں درمیانہ ساسفید باؤل تھااوردوسرے میں لیموں پانی کا بڑاسامگ۔

"یہ لیں بھائی آپ کا دوپہر کا کھانا،کیونکہ صبح کو گزرے تواب زمانہ بیت گیاہے۔" حارث نے صوفے کی پشت سے سر کوٹکائے اس کی مصنوعی رنجیدہ آواز سنی۔

"تم بھی گزرجاتی اس بیتی ہوئی صبح کے ساتھ۔" حارث نے مگ کولبوں سے لگایا۔

"توبہ ہے،ایسے کوئی کہتاہے اپنی سات سالہ چھوٹی بہن کو۔" ناز نے عادتاًناک سکیڑی،لہجہ دکھی ہوا۔

وہ اب پہلی بار مسکرایا۔

"ہاں میں کہتاہوں اور تم مجھے بوڑھا کہہ رہی ہو۔" نرم سے کہتے ہوئے لہجہ سنجیدہ ہوا۔ناز نے چشموں کے پار سیاہ آنکھیں سکیڑیں پر اس کے چہرے میں بلاکی سنجیدگی تھی،ناز گڑبڑائی۔

"نہیں میرامطلب۔۔۔" اس نے بال کھجائے۔

"تمہارامطلب میں بوڑھا ہورہاہوں اور صبح کے ساتھ مجھے گزر جاناچاہیے،ہاں۔" ہنوز سنجیدہ چہرہ۔

"توبہ ہے بھائی، میں نے بس بات کی تھی اور آپ نے مجھے کہا تھا گزرنے کا میں نے نہیں۔"ناک سکیڑ وہ دھپ سے صوفے پر بیٹھی۔

لمبی بھوری قمیض کے لمبے بازو فولڈ کیے وہ کچھ بڑبڑا رہی تھی۔حارث نے کچن کے دروازے کے اوپر دیوار پر لگی گھڑی میں وقت دیکھا جو چار بجا رہے تھے۔

"اب تم ممی کو ہی بتانا۔"ناز کو دیکھ اس نے کندھے اچکائے اور کوئی ان دیکھی وارننگ دی،"مجھ سے اب بات مت کرنا آپ۔حد ہے بھائی۔"وہ اٹھی اور سیڑھیوں کی طرف لپکی کے عین اسی پل دھپ دھپ کرتی سیڑھیوں پر سے بھاری جسامت اور سانولی رنگت والی عورت نیچے اترتے دکھی۔ناز بھی ٹھہر گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

فیروزی رنگ کا لون کا سوٹ اور اسی رنگ کا ڈوپٹا چہرے کے اطراف میں لپیٹا ہوا تھا۔بس کان اور ان کی لو میں چمکتے نیلے موتی واضح ہو رہے تھے۔

"ناز،جاؤ جلدی سے دروازہ کھولو،ماموں آئے ہیں جاؤ۔"وہ بڑی ہی تیزی اور پھرتی میں لگتی تھیں۔حارث کا باؤل اٹھاتا ہاتھ رکا۔چہرہ پر ناگواری لہرائی۔پہلے سے خراب ہوتا دل کچھ اور خراب ہوا۔

"اوکے ممی،" نازناک پر دھرا چشمہ درست کرتی لمبی راہداری کی طرف بڑھی۔ جس کے دائیں بائیں جانب آرٹیفیشل پھول ترتیب سے رکھے ہوئے تھے۔

ممی اب صوفے پر رکھے کشن، چادریں، ٹیبل اور ٹی وی کے اطراف میں بنی الماری کو غور غور سے دیکھتی اور جہاں کہیں بے ترتیبی نظر آتی فوراً سے پہلے درست کر رہی تھیں، چھوٹا سا ٹی وی لاؤنج تھا دیر ہی کتنی لگنی تھی۔

"ریلیکس، تبسم میڈم نواز صاحب ہی آرہے ہیں۔ اتنی جذباتی کیوں ہو رہی ہیں۔" تبسم نے اس کی طرف دیکھا نہ ہی کوئی جواب دیا۔

پھر وہ کچن کا دروازہ دھکیل اس میں داخل ہوئیں۔ "راحم باہر آؤ مجھے چیزیں منگوانی ہیں۔" انہوں نے ہانک لگائی۔ حارث باؤل میں پڑے کیوبز کی شکل میں کٹے سیبوں کو بس دیکھ رہا تھا شاید اس کا ان کو کھانے کا ارادہ نہ تھا۔

"اس کا پیپر تھا ممی سو یا رہنے دیں اسے۔ مجھے بتا دیں کیا لانا ہے۔"

حارث نے سنجیدہ سی آواز میں کچن کی بھوری الماریوں میں سے مختلف برتن نکالتے ہوئے تبسم سے کہا۔ جنہوں نے اب بھی کوئی ردعمل نہیں دیا تھا۔

"ممی۔" وہ جھنجھلایا ابھی وہ مزید کچھ کہتا کہ اس سے قبل اسی لمبی خوشنما پھولوں والی راہداری میں سے ناز کے ساتھ متناسب قد اور بے حد دبلی پتلی سی جسامت والا ادھیڑ عمر مرد، گرے تھری پیس سوٹ پہنے ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوا۔ان کے ساتھ ڈرائیور کی وردی پہنے ہاتھوں میں ڈھیروں ڈھیر مختلف پھلوں والے شاپر لیے اور دوسرے ہاتھ میں بیکری آئٹمز کے باکسس لیے ہوئے بھی تھا۔

حارث اپنی ازلی حالت میں بیٹھا رہا جیسے اس کو اس مرد کی موجودگی سے خاصا فرق نہ پڑا ہو۔جاذب خدو خال والے چہرے میں بے تاثری گل سی گئی۔ مرد نے اپنے کافی خوش شکل چہرے کو ٹشو سے تھپتھپایا اور حارث کو دیکھا۔حارث نے سیب کا کیوب منہ میں ڈالا بلکل اس آدمی کا دیکھنا اور سیب کا ذائقہ ایک جیسا لکھا۔میٹھا ہوتے ہوئے بھی کڑوا، دوغلا۔

"کیسے ہو حارث؟" انہوں نے پوچھا۔سرمئیت لیے ہلکے بال وہ اب ماتھے سے پیچھے کر رہے تھے۔

"فائن۔" سیب کا خشک ذائقہ اس کا لہجہ بھی خشک کر گیا۔ناز کو اپنے بھائی کو ایسے ان کے ساتھ مخاطب ہونے پر ڈھیروں ڈھیر شرمندگی ہوئی۔

آپ یہ سامان ادھر رکھ دیں۔" ناز نے ڈرائیور کو سامان رکھنے کی تلقین کی اور کچن کی اور بڑھی۔

تبسم باہر آئیں اور اتنا سامان دیکھ کر خفیف سے انداز میں کہہ اٹھیں۔

"نواز بھائی آپ میری بات کیوں نہیں مانتے پھر اتنا کچھ لے آئے ہیں آپ۔" ڈرائیور سامان ٹی وی لاؤنج کی میز پر رکھے اب باہر جا چکا تھا۔

نواز جواباً دھیما سا ہنس دیے، اور ان کو اپنے ساتھ احترام اور پیار سے لگایا۔

"کیسی ہو۔"

"ٹھیک ہوں۔ آپ کینیڈا سے واپس کب آئے، آپ نے تو کہا تھا ایک مہینہ اور لگے گا۔" وہ مہمان خانے کا سلائیڈنگ ڈور کھینچتے ہوئے اندر داخل ہوئیں۔ یہ حصہ کچھ زیادہ ہی صاف ستھرا تھا۔ پانچ سیٹر کریم رنگ کے صوفے۔ درمیان میں بچھا سفید مکمل رگ، اور سجاوٹ کی چیزیں۔

"بس کام جلدی وائنڈ اپ ہو گیا تھا تو کل کی فلائیٹ سے واپس آیا ہوں۔"

تبسم نے اے سی چلایا اور سنگل سیٹ صوفے پر بیٹھیں۔

"چائے بناؤ، یا جوس لاؤں۔" انہوں نے تیز دھوپ کو آگے پردے کر پیچھے دھکیلا، کمرہ اب ٹھنڈا ہونا شروع ہو چکا تھا۔

"بس چائے اور تمہارے ہاتھ کے شامی کباب۔" انہوں نے بے تکلفی سے کہا۔

تبسم ہنستے ہوئے اٹھیں۔

"جی میں بس ابھی لائی۔ بچوں کو بھی لے آتے۔"

"وہ بچوں سے میری ملاقات نہیں ہوئی، جلدی آگیا تھا پھر رات میں سحر سوئی ہوئی تھی صبح اپنے پینٹ برش اٹھا کر چلی گئی، نعیم سے ہی مل سکا ہوں ابھی تک، ابھی بھی سیدھا آفس سے آیا ہوں۔"

وہ تفصیل بتا رہے تھے۔

"اچھا چلیں میں بس ابھی آئی۔ شامی دیکھ لوں چولہے پر رکھے ہوئے ہیں" سلائیڈنگ ڈور کو کھینچ وہ باہر نکلیں۔

بے تاثر چہرہ لیے حارث پر نظر پڑی تو وہ ٹھہر گئیں۔ وہ انتہائی بری شکل بنائے سیب کو کڑوے کریلے کی طرح کھا رہا تھا۔ پھر وہ کچن میں گھسیں اور بولیں۔

"حارث!" آواز دھیمی تھی پر حارث کو صاف سنی۔ اس نے آنکھوں کو زور سے میچا۔ ماں کی پکار تھی وہ نظر انداز نہیں کر سکا۔

اس نے تبسم کی طرف دیکھا وہ آنکھوں میں نرم سی تنبیہ والی التجا لیے اس کو مہمان کھانے میں جانے کا اشارہ کر رہی تھیں۔اس کا جبڑا سخت ہوا، چہرے کو نارمل رکھا گہری سانس لی اور سیب کا باؤل ہاتھ میں لیے تبسم کی جانب دیکھے بغیر مہمان کھانے میں گھسا۔

باہر کی نسبت اندر خنکی تھی۔وہ نواز کے سامنے بیٹھا، انداز بے لاتعلقی والا تھا۔

نواز نے اب فریم لیس گلاسس لگائے ہوئے تھے۔فون کو ہاتھ میں تھامے انہوں نے جوں کی توں اس کو دیکھا۔

"آفس کیسا جا رہا۔" نظریں فون پر جمائے پوچھا۔سیب کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے حارث نے ان کو دیکھا، یہ ٹکڑا کھٹا میٹھا تھا۔کھٹاس مٹھاس گلے میں گلی۔

"جیسا آپ کا بزنس۔" کھٹاس مٹھاس کو نگلا اور ایک ٹکڑا پھر منہ میں رکھا۔اس کا ذائقہ کڑوا کڑوا سا لگا۔

"یعنی کہ لاس میں" انہوں نے بھی صاف جیسے کوئی طنز کیا۔

"کہہ سکتے ہیں شاید میرے باس کی تھنکنگ اور اسٹریٹجی آپ کی طرح کی ہو گئی ہے۔" سیب کی کڑواہٹ نگلی اور ایک ٹکڑا پھر منہ میں رکھا۔یہ ٹکڑا بے صواد تھا۔

”تم اپنی اسٹریٹیجیز بناؤ۔ دوسروں کی تکنیک دیکھتے رہے تو بہت پیچھے رہ جاؤ گے۔“ نظریں فون پر جمائے ایک اور طنز کیا۔ حارث بنا اثر لیے گہرا مسکرایا اور ان ہی کی طرح ٹانگ پر ٹانگ جمائی۔

”بلکل آپ نے صحیح کہا، تیکنیک نہیں ہمیں دوسروں کا حصہ کھانا چاہیے، اس سے تو میں ضرور آگے بڑھ جاؤں گا، ہے ناں“ سلگاتا ہوا انداز تھا اس کا۔

سیب کا ٹکڑا منہ میں رکھا، آہ اب اس کو صواد آیا تھا، یہ ٹکڑا ذائقے والا تھا، میٹھا ترو تازہ کرنے والا۔

نواز کی رنگت بدلی۔ ان کی رنگت بذاتِ خود گواہی دے رہی تھی کہ وہ اس جواب کی امید نہیں رکھتے تھے۔ فریم لیس گلاسس اتارے اور ابھی بولنے کو لب وا کیے ہی تھے کہ سلائیڈنگ ڈور کھینچتے ہوئے ناز کھانے والی تین منزلہ ٹرالی گھسیٹ اندر داخل ہوئی۔ ساتھ ہی ایک دبلا پتلا پیاری سی شکل والا لڑکا سوئی جاگی کیفیت میں داخل ہوا۔

”اسلام و علیکم ماموں!۔“ تمیز سے سلام لیتے ہوئے اس لڑکے نے نواز سے ہاتھ ملایا۔ ناز قیتلی میں سے اب چائے کو کپ میں انڈیل رہی تھی۔

"کیسے ہو راحم؟" ماموں کا لہجہ خوشگوار ہوا۔ "آؤ بیٹھو۔" انہوں نے اپنے ساتھ جگہ بنا اسے بٹھایا۔ راحم نے اپنے سفید شلوار قمیض کی شکنیں درست کیں اور ان کے برابر میں بیٹھا۔ تبسم بھی پھلوں والی ٹوکری لیے اندر داخل ہوئیں۔

سب آہستہ ایک دوسرے سے باتوں میں مصروف ہو رہے تھے، سیب کے ابھی بھی بہت سے ٹکڑے حارث کے باؤل میں تھے۔ سب نواز کی طرف متوجہ تھے۔ کسی نے اس سے کچھ نہیں پوچھا۔ آنکھوں میں اجنبی سی کاٹ در آئی، باؤل کو میز پر رکھا، چہرے کو سخت بنایا۔

یہ شخص اور اس کا خاندان اس کو ہر بار ایسے ہی پس پشت ڈال دیتا تھا۔ ماموں راحم سے باتیں کر رہے تھے اور وہ انہیں اپنی میڈیکل کے تھرڈ ائیر کی تازہ ہوتے ایگزامز کے متعلق بتا رہا تھا۔ ناز کی نظریں کبھی کبھی اس کی طرف ضرور اٹھتی تھیں، ممی تو بلکل کسی اور دیس کی باسی لگ رہی تھیں۔ اس نے صوفے کی پشت سے سر ٹکایا۔ آنکھوں کی کاٹ سوچ میں منتقل ہوئی، وہ سوچ جو عنقریب کسی کو توڑنے یا برباد تو ضرور کرنے والی تھی۔ وہ سوچ شر اور باطل بزاتِ خود تھی۔ اور اس کی آنکھوں میں روشن چہرے والی لڑکی کا عکس لہرایا تھا۔ وہ فقط اس سوچ کا مرکز تھی۔ ایسی سوچ کی مقصد کی تقلید کے لیے بس وہ ہی لہراتی تھی۔

وہ گہرا مسکرا دیا۔

☆☆☆

"بوجھل دل، بوجھل شام،

سب بیزار یا فقط ہے خمار"

لاہور کی صاف ستھری سڑکیں اس پوش علاقے والے ٹاؤن میں بھی کشادگی اور خوبصورتی سے کھل رہی تھیں۔

جدید تراش و خراش سے بنے بنگلے اپنی حیثیت کا منہ بولتا ثبوت تھے۔ تقریباً دو کنال کے رقبے پر پھیلا وہ بنگلا اسٹریٹ کی گلی کے آخر میں تھا۔ رنگ برنگی بیلیں اسی ٹیرس کی گرل سے نیچے کو لٹک رہی تھی۔ موسم صبح کی نسبت خوشگوار تھا۔ اسی بنگلے کی اسٹریٹ کے سامنے بچوں کے کھیلنے کی آوازیں بڑے سے انڈے کی شکل والے جھولے میں بیٹھی سلیولیس قرمزی رنگ کا نائٹ سوٹ پہنے اس لڑکی کو صاف سنائی دے رہی تھیں۔

چھوٹی ہلکی بھوری آنکھیں سیاہی والی رات میں ٹم ٹم کرتے اجالا بکھیرتے ننھے تاروں پر تھی۔ وہ اداس لگتی تھی۔ روشن چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔ چھوٹے بال بڑے سے کیچر میں مقید ہوتے ہوئے بھی باہر نکلنے کی سع کر رہے تھے۔ انہیں تاروں کو دیکھتے اس کی آنکھوں کے آگے دھند

بڑھی۔ پلکوں کو جھپکا تو وہ دھند شفاف پانی کی صورت گالوں پر لڑکھی۔ دھند بڑھتی گئی اور شفاف پانی گالوں پر لڑھکتا گیا۔

اس کا دل بوجھل ہو رہا تھا، لب پیوست کیے وہ سرخ رنگت لیے مسلسل نہ رونے کی سعی میں جتی تھی۔

" جبین!" نسوانی پکار پر اس نے برق رفتاری سے چہرہ پھیر ہاتھ کی پشت سے آنکھوں کو رگڑا۔ اسی دوران اس کی ہچکی بے اختیار ہی ابھری۔

وہ دراز قد متناسب جسامت والی لڑکی تھی۔ لباس بھی سحر جیسا تھا البتہ بازو مکمل تھے۔ نقوش واجبی۔ سیاہ آنکھوں میں فکر سموئے وہ اس کے ساتھ جھولے میں بیٹھی۔ بازو پھیلائے اس کو اپنے ساتھ لگایا۔

سحر کچھ ساعتیں نرمی سے اس کے ساتھ لگی رہی اور پھر اس کی ہچکی ابھری۔

"حارث نے آج مجھے بہت ڈانٹا ہے، یاسمین بھابھی۔" اس نے ہچکیوں کے درمیان بمشکل لفظ ادا کیے۔

یاسمین کی آنکھوں میں خفگی اتری۔

"میں بس تھوڑا ہی لیٹ ہوئی تھی۔ اس نے مجھے بہت انسلٹ کیا۔"

"مجھے پتا ہے چپ کر جاؤ" بھابھی نے ملائمت سے کہا۔

"مجھے بلکل اچھا نہیں لگا، بلکہ وہ جب مجھے یوں ٹریٹ کرتا ہے مجھے اچھا نہیں لگتا۔" آواز بھاری ہونا شروع ہوئی۔

"مجھے اچھا نہیں لگتا وہ مجھے ڈانٹیں جن سے میں محبت کرتی ہوں۔" وہ اب بھابھی سے الگ ہو رہی تھی۔ آنکھیں آنسوؤں سے لبریز چہرہ سرخ تھا۔ پر چہرے پر شاید رونے کے باعث چمک تھی۔

پشت سے آنکھوں کو رگڑا۔ گہرا سانس لیا پر آنکھیں پھر سے دھندلا گئیں۔

"پر وہ سمجھتا ہی نہیں، وہ مجھے ان نظروں سے دیکھتا ہے جن سے میں چاہتی ہوں وہ مجھے نہ دیکھے۔ پر میں کیا کروں بھابھی، میں اس کو اپنے ساتھ اس طرح بی ہیو کرتے روک بھی نہیں پاتی۔ میں کچھ نہیں کر پاتی۔"

بھابھی نے آہستہ آہستہ جھولا جھلانا شروع کیا۔ نظریں ٹم ٹم کرتے تاروں پر تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"چپ کر جاؤ کتنا رونا ہے اب تم نے۔" آواز میں ملائمت تھی۔ پر الفاظ کسی شے سے ٹوکنے والے

۔

"وہ ہر شے میں میری امیری کو لے آتا ہے، میں امیر ہوں اس میں میرا کیا قصور مجھے جو ملا، ڈیڈی کی وجہ سے ملا، اپنے نصیب کی وجہ سے ملا، امیروں کو تو وہ اچھوت سمجھتا ہے۔ وہ میری غلطیوں کو امیری سے ہی جج کرتا ہے۔"

وہ رندھی ہوئی آواز میں دھیما سا کہہ رہی تھی۔

"کبھی کبھی مجھے لگتا ہے میں ساری دولت بھی بیچ دوں تو اپنے لیے حارث کی محبت نہیں خرید پاؤں گی۔"

Clubb of Quality Content

آواز میں ملال در آیا۔ دھند گالوں پر بہہ نکلی۔

"مجھے اگر معلوم ہوتا کہ میری امیری حارث کو مجھ سے محبت نہیں کرنے دے گی تو میں اس عمارت کو ہزار بار ٹھکرا دیتی۔" پھر ملال ابھرا۔ یاسمین کے لب کسی سوچ کے تحت سکڑے۔

"کاش میں امیر نہ ہوتی۔" آواز پھر سے بھر آئی۔

''چپ کر جاؤ کتنا رونا ہے تم نے، اتنا بھی وہ ہینڈسم نہیں ہے کہ تم اس کے لیے یوں رو۔ اس کی محبت کو پانے کے لیے ایسی باتیں کرو۔'' بھابھی نے کوفت سے اس کو کہا۔

سحر جبین رک گئی، آنکھوں میں حیرانی در آئی، چمکتا چہرہ کچھ اور سرخ ہوا۔ پھر وہ ہنس دی۔ عجیب غمزدہ سی ہنسی تھی اس کی۔ اس کے یوں روتے ہنسنے پر بھابھی نے اس کو دیکھ آنکھیں گھمائیں۔

''وہ مجھے بہت ہینڈسم لگتا ہے۔ سب سے پیاری مجھے اس کی تھوڑی لگتی ہے۔'' لہجے میں اس شخص کے ذکر نے آسودگی سمودی۔

بھابھی نے پھر سے آنکھیں گھمائیں، لیکن ان کی نظروں میں اس کا اس کے ذکر پر یوں ہسنا سوچ کی لکیریں بکھیر گیا تھا۔ وہ پہلے اس کی وجہ سے رو رہی تھی پر اب یوں محض اس کے ذکر پر وہ ہنس دی۔ عجیب بے حد عجیب۔

سحر جبین کو اس کا ذکر یونہی ہر شے بھلا دیتا تھا۔ جیسے وہ اس وقت اس کے ذکر پر یہ تک بھول بیٹھی تھی کہ کچھ قبل وہ اس کی وجہ سے رو رہی تھی۔ لیکن ہر ہنسی خوشی والی تو نہیں ہوتی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"but I love him, the way he is." یاسیت سے کہتے اب اس کی آنکھیں دھندلائی نہیں۔

"سحر محبت کے علاوہ بھی دنیا میں بہت سی شے ہیں، کیوں خود کو ان فضول ایکٹوویٹیز میں الجھا رہی ہو۔" بھابھی نے رخ اس کی جانب کیے کہنا شروع کیا۔

"تم پچیس کی ہو۔ تمہیں زندگی میں آگے بڑھنے کے لیے کوششیں کرنی چاہیے۔ محبت میں جب دوسری جانب سے یہ سب ملے تو سمجھ جاؤ آپ کو آگے بھی بس بدلے میں خواری ملے گی۔ اپنے ایموشنز کو پیچھے ہٹاؤ۔ اس عمر میں لڑکیاں خود کو ان کاموں میں الجھا کر بس ٹارچر اور ڈپریشن یتی ہیں۔ یہ عمر خود کو ڈسکور کرنے کی ہوتی ہے۔ یکطرفہ محبتوں کو نہیں۔"

وہ تیز لہجے میں آہستگی سے کہہ رہی تھیں۔

سحر نے گہری سانس لی اور نظر تاروں پر جمالی۔

"جب تم پریکٹیکل لائف میں آؤ گی تو تمہیں کسی کے لیے رونا صرف لاجک لیس اور امیمچورٹی لگے گی۔" انہوں نے سیاہ ہاف باندھے بالوں کو جوڑے میں باندھنا شروع کیا۔ سحر نے آنکھیں تاروں سے ہٹا جھکا لیں۔

Clubb of Quality Content!

کچھ لمحے خاموشی میں بیتے بھابھی نے سحر کو دیکھا جو نظریں جھکائے شاید پھر سے رونے کی تیاری کر رہی تھی۔

”میرے ہاتھوں میں اس کے نام کی کوئی انگھوٹھی نہیں ہے،بس یہ ایر نگز ہیں۔جو میں نے آٹھ سال اور چھ ماں ستائیں دن پہلے پہنے تھے۔اس چیز نے بھی مجھے اس سے محبت نہیں کروائی۔“

چہرہ اور آنکھیں آسمان کی طرف پھر سے اٹھائیں اور پھر بھابھی کی جانب دیکھا۔

بھابھی کی آنکھوں میں اس کے اعداو شمار پر حیرانی ابھری۔

”حیران مت ہوں،مجھے اس سے جڑی ہر شے عزیز اور پیاری ہے وہ میرے دماغ میں کاپی ہے۔یہ تو بس دن ہیں۔“

اس نے آنکھوں کو رگڑا۔

”نو ڈاؤٹ وہ خاندان میں سب سے ہینڈ سم ہے،اس کی گریس الگ ہے۔لیکن مجھے اس سے محبت اس وجہ سے بھی نہیں ہے۔مجھے اس سے کوئی اٹریکشن نہیں ہے۔“

”اچھا تو پھر کیوں ہے تمہیں اس بدتمیز شخص سے محبت۔“وہ صاف بدمزہ ہوتی دکھ رہی تھیں۔

Clubb of Quality Content

"پتا نہیں بس مجھے اس سے محبت ہے تو ہے، دل دماغ اس کے پابند ہیں۔" وہ زور دے کر بولی۔ بھابھی نے اس کو کھوجتی نگاہوں سے دیکھا، جھولا ویسے ہی جھول رہا تھا۔

"وہ میرے ساتھ جیسے بھی سلوک کر لے میں پھر بھی اس کی چاہ کی خواہش رکھوں گی۔ یہ میرے بس سے باہر ہے۔"

اسٹریٹ میں کھیلتے بچوں کی مائیں اب انہیں واپس گھروں کو لے جا رہی تھیں۔ بچوں کو مزید مہلت مانگتے اور ماؤں کی ڈپٹ کر منع کرنے کی آوازیں وہ دونوں خوبصورت سے پھولوں اور لائیٹس سے سجے ٹیرس میں بیٹھی باآسانی سن رہی تھیں۔

"اور محبت کوئی ایکٹی ویٹی نہیں ہے، یہ کوئی جادو ہے، پر یہ جادو جذبوں کو نگلنے والا ہوتا ہے، اور سارے جذبے نگل کر وہ جس سے آپ محبت کرتے ہیں بس اس کی غلامی کرنے کا جذبہ دیتا ہے۔"

اب وہ بھی جھولا پاؤں سے آگے پیچھے کر جھلا رہی تھی، اسٹریٹ میں اب خاموشی تھی۔ غالباً مائیں اپنے بچوں کو گھر لے جا چکی تھیں۔ یہ خاموشی ان دونوں کے درمیان بھی کافی دیر حائل رہی۔

"تو پھر یہ رونا دھونا کیسا؟ وہ جیسا سلوک کرتا ہے اس کو قبول کرو۔"

سحر جبین نے لب کاٹے۔وہ یکدم ہی اتنی دلیلوں سمیت بے بس سی ہوئی۔اس بات کا جواب کوئی نہیں تھا۔

یاسمین اس کی طرف سے کوئی جواب نہ پاکر تلخی سے مسکرائی۔

"تم بہت اچھی ہو سحر پر وہ تمہاری یہ اچھائی ڈیزرو نہیں کرتا۔"

"اس سچ کو سمجھو" یاسمین نے سادگی سے کہا۔اس کی اس ساری باتوں میں کوئی طنز کوئی غصہ نہیں تھا بس کسی عزیز کو سمجھانے والا سبھاؤ تھا۔

لب بھینچے اس نے نظروں کا رخ بدلا۔کھڑی ہوئی لکڑی کے فرش پے پڑی کولا پوری چپل پیروں میں اڑسی اور ٹیرس سے گھر کے اندرونی حصے کی جانب جانے کے لیے بڑھی۔

"عجیب پی او ویز ہیں آپ کے بھابھی۔مجھے تو آپ کی ان باتوں میں کوئی سچ نہیں ملا۔" کہتے وہ آگے بڑھی۔

"اچھا یہ بتاؤ اس کی گئی انلسٹ اور روڈنیس کے ساتھ رہ لو گی۔ہاں۔" یاسمین نے نرمی سے سوال داغا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سحر ٹھہر گئی۔ آنکھوں کے آگے آج صبح حارث کی گئی بدکلامی ابھری، لبوں کو کاٹا، دل ڈوب سا گیا۔

"یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ صرف تمہیں ایلیٹ کلاس کی مغرور لڑکی سمجھتا ہے۔ اس کا سچ قبول کرو گی۔ ہاں۔" بھابھی کی آواز میں چیلینج در آیا۔ وہ صاف بے بس ہوئی۔ وہ یہ سچ قبول نہیں کرسکتی تھی چاہے تو بھی نہیں۔

اس کے گلے میں کچھ اٹکا۔

"اففوہ بھابھی آپ بھی پتا نہیں کیا باتیں لے کر بیٹھ گئی ہیں، یہ نہیں ہوتا نند دکھی ہے تو اس کو کچھ بنا کر کھلا دوں، آپ کا ایسا شیف ہونے کا کیا فائدہ، ہاں۔"

اس نے ڈھیروڈھیر مصنوعی خفگی سے کہا اور تین زینوں پر چڑتے ہوئے دروازہ دھکیل اندر داخل ہوئی۔

بھابھی نے یونہی جھولا جھلاتے اس کو جاتے دیکھا۔ سر کو بیچارگی سے جھٹکا اور کھڑی ہوئی۔

"کیا کروں میں تمہارا زہرہ جبیں۔" نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس نے نائٹ سوٹ کے ٹراؤزر میں سے فون نکالا، پھر اس کی انگلیاں فون پر تیزی سے چلیں اور تبّسم پھپھو کا نام سے سیو نمبر کو

دبایا اور فون کو کان سے لگایا۔ بیل جاتی رہی اور پھر دوسری جانب سے اٹھائے جانے پر اس نے کہا۔

"اسلام و علیکم! تبّسم پھپھو، کیسی ہیں آپ۔" فون کو کان سے لگائے وہ ٹیرس کے سامنے طویل راہداری والی روشن گلی میں گھسی۔

☆☆☆

اس صاف ستھرے گھر میں اس وقت سناٹا تھا۔ وہ تقریباً رات کے بارہ بجے درمیانہ لوہے کا گیٹ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اس نے مضبوطی سے نئی چمکتی ہوئی بائیک کو پودوں سے مناسب فاصلہ رکھتے ہوئے لمبی راہداری جو اس وقت اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی میں کھڑا کیا۔ پھر آگے بڑھا۔ راہداری کے سرے پر لگی زرد بتی سیاہ آنکھو میں چمکتی مسروریت واضح دکھا رہی تھی۔ چہرہ بھی ویسا ہی مسرور ہو رہا تھا۔

ٹی وی لاؤنج میں میں داخل ہوتے وہ بری طرح ٹھٹھک کر رکا۔ تبسم صوفے پر بیٹھی پر سوچ نگاہوں سے تسبیح کے دانے گراتے ہوئے سامنے کچن کے بند دروازے کو دیکھ رہی تھیں۔

"ممی آپ سوئی نہیں ابھی تک۔" تبسم اس کی آواز پر چونکیں۔ آنکھیں اس کو دیکھتے ہی سکڑیں۔

”کسی دن میں تمہارے آفس آؤں گی، دیکھوں تو بھلاں یہ کونسا آفس ہے جو اس ٹائم تک کام کرواتا ہے۔“ممی کے ارادے حارث کو خطرناک لگے۔ ساری مسروریت جھٹ سے اڑنچھو ہوئی۔ پر پھر وہ گہرا مسکرایا۔

”آجایئے گا، موسٹ ویلکم۔ منع کس نے کیا ہے۔“ وہ ان کے ساتھ بیٹھا۔

”پر میرے ذاتی آفس میں۔ ابھی تو میں جاب کرتا ہوں اور لیٹ بھی اس لیے ہوتا ہوں کیونکہ فورآگنرئیز اس وقت اویلیبل ہوتی ہیں۔“

وہ ان کا ہاتھ تھامے غلافی آنکھوں میں چمک لیے صاف، بڑے سبھاؤ کے ساتھ جھوٹ بول رہا تھا۔

Clubb of Quality Content!

ممی نے بھی گہری سانس بھری۔ اب سوچ کی جگہ پریشانی اور اضطراب حارث نے ان کے چہرے پر ابھرتے دیکھا۔

”کوئی بات کہنی ہیں۔“ اس نے دیکھا وہ کافی حد تک چونکیں۔

”کہنے کا کیا فائدہ جب تم میری سنتے ہی نہیں۔“ وہ اداس ہوئیں۔

اور حارث کے دماغ میں بہت کچھ کلک ہوا، وہ ایک ہی معاملے میں ان کی بات ماننے سے قاصر رہتا تھا اور وہ بات ہمیشہ روشن چہرے والی لڑکی سے متعلق ہوتی تھی۔

"آپ کہیں میں ہمہ تن گوش ہوں۔" اس نے بدقت بات کو مزاح میں بدلنا چاہا۔

"بیٹا سحر کے ساتھ اچھے سے پیش آیا کرو۔" انہوں نے نرمی سے اس کے گھنگریالے سلیقے سے جمے بال سنوارنا شروع کیے۔

آہ! اس کا دل کراہا بھلاں دل کے اندازے بھی غلط ہوئے ہیں کبھی۔

"وہ تمہارے ماموں کی بیٹی بھی ہے، تمہاری منگیتر بھی ہے، اور وہ بہت حساس ہے، بچپن میں بھابھی کی جلدی وفات نے اس پر بہت اثر ڈالا تھا، اب تو وہ کافی بہتر ہے پر پھر بھی تھوڑی احتیاط کیا کرو، کوئی غلطی ہو جائے تو آرام و سکون سے پہلے اس کی بات سنا کرو، سنے بغیر اس پر سختی مت کیا اور سختی بھی کیوں کرنی اس کو بس سمجھا دیا کرو۔"

"ممی سارے امیر لوگ ہی حساس ہوتے ہیں۔" وہ دل میں کڑھ کر بولا۔

انہوں نے اس کے چہرہ پر اپنا سانولی رنگت والا ہاتھ دھرا۔اور تبسم صاف انداز لگا سکتی تھیں، کہ اس کا جبڑا بھنچا تھا، چہرے پر سختی عود ی جس کو اس نے شایدان کے آگے چھپانے کی کوشش میں ان کا ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹایا۔

”اور کیا سلوک کیا ہے میں نے اس حساس لڑکی کے ساتھ۔“ سپاٹ آواز میں اس نے کچن کا بند دروازہ دیکھتے پوچھا۔اس لمحے اس کی آنکھوں میں عجیب جنونی سی کاٹ تھی۔

”میں ایک بات کہہ رہی ہوں، حارث۔“

”بات،“ سر جھٹکا ”یہ ضرور اسی حساس لڑکی نے میری برائیاں آپ سے کی ہوں گی۔“ وہ خفا ہوا۔”اور آپ کیسے ان امیر لوگوں کی باتوں میں آجاتی ہیں۔“

”نہیں، بیٹا۔“ وہ جلدی سے بولیں۔”اس نے مجھے کچھ نہیں کہا۔اور یہ امیر لوگ کیا لگا رکھا ہے بھائی کا خاندان ہے وہ میرا“

”اچھا تو پھر آپ یہاں کیا میری آرتی اتارنے کو بیٹھی تھیں اتنی دیر سے؟ اچھی طرح پتا ہے اس نے آپ کو میرے خلاف کیا ہے۔“

اس نے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

"حارث میں ایک بات کہہ رہی ہوں، وہ تمہاری کزن بھی ہے، منگیتر بھی ہے۔اس کے احساسات تم سے جڑے ہیں،" وہ صاف الفاظ استعمال کر رہی تھیں۔

"یوں تم اس کو بلاوجہ ڈانٹتے پھرو گے تو وہ کیا سوچے گی۔ کل کو تم دونوں کی شادی ہونی ہے وہ تو آگے ہی سال میں کم ہی تم سے مل پاتی ہے۔اوپر سے جب تم سے ملتی ہے تم اس کو ڈانٹنے بیٹھ جاتے ہو، کیوں اس کو خود سے خائف کر رہے ہو۔"

وہ سبھاؤ سے کہہ رہی تھیں۔ حارث نے پھر سے سر جھٹکا اور صوفے کی پشت سے ٹیک لگائی۔

"میں نے تو آپ سے کہا ہی نہیں کہ میں نے اس کو ڈانٹا تھا، پھر آپ کو کیسے پتا چلا؟"

اور اس نے دیکھا ممی اس کے انداز میں ہلکا سا بوکھلائی۔

"نہیں ایسا۔"

"پلیز ممی آپ کو معلوم ہے آپ میرے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتی تو کیوں بات گھما رہی ہیں۔" وہ نرمی سے تبسم کی بات کاٹ گیا۔

انہوں نے تسبیح کو ٹیبل پر رکھا۔

"آپ سیدھی بات کیوں نہیں کرتیں۔" وہ زور دے کر بولا۔

"یاسمین کی کال آئی تھی، وہ بتارہی تھی تم نے سحر کو صرف دس منٹ کی دیری پر آنے سے بہت ڈانٹا تھا۔اس کا جوتا ٹوٹ گیا تھا۔اور ہاں اس نے ہی تمہاری شکایت لگائی تھی۔" انہوں ہار مانتے ہوئے کندھے اچکائے اور اس کو بتایا۔

"اور اس نے کہا ہو گا مجھے سمجھائیں۔" اس نے آنکھیں گھمائیں۔

"نہیں بلکل نہیں، تم بچے نہیں ہو اور نہ وہ جو مجھے کہتی تمہیں سمجھائے۔وہ مجھے بس تم دونوں کی منگنی پر نظر ثانی کرنے کو کہہ رہی تھی۔اس کو تم سحر کے بارے میں سیریس نہیں لگ رہے ہو۔" تبسم نے آخری فقرہ خاصی پریشانی سے کہا۔

Clubb of Quality Content

حارث نے محسوس کیا اس کا دل نظر ثانی کے لفظ پر جانے کیوں ڈوبا۔

"منگنی پر نظر ثانی۔" وہ حیران ہوا۔

"یہ منگنی کہاں سے بیچ میں آگئی۔منگیتر کزن، بھئی میری بات سنیں" وہ یکدم ہی جھنجھلایا۔" اتنی گرمی تھی میں کب سے باہر اس کا انتظار کر رہا تھا۔وہ باہر نکلی بھی اور مجھے دیکھے بنا پارکنگ ایریا میں گھسی۔اب بتائیں میں کیا کرتا آگیا غصہ تو ڈانٹ دیا میں نے۔اور وہ پاپا کی پری پہنچ گئی بھابھی

کے سامنے میری برائیاں کرنے کے لیے۔بھابھی کو بھی اس نے استعمال کیا ہے،خود وہ اچھی رہنا چاہتی ہے اور سب کو میری طرف سے بدگمان کرنا چاہتی ہے۔"

لہجہ میں عجیب بیزاریت تھی، جیسے وہ اس ذکر سے جان چھڑوانا چارہا ہو۔

"پھر وہی بات اس کی جوتی ٹوٹ گئی تھی، تم اس کی کنڈیشن تو سمجھتے اور برف سے بنے ہو جو اتنی گرمی میں پگھل جاتے۔اور اس کو کیا فائدہ سب کو تمہارے خلاف کر کے ۔ عجیب ہو تم بھی!" انہوں نے ناک چڑھائی۔

وہ چپ رہا۔

"پرسو تم نے اس کو پک کرنے جانا ہے۔اور میں پھر کہہ رہی ہوں سحر کو تم کچھ نہیں کہو گے چاہے وہ کوئی غلطی کرے بھی یا نہیں آرام اور سکوں سے اس کے ساتھ پیش آؤ گے۔ سمجھ آئی۔"

اس نے محض سر ہلایا۔البتہ ان کو وہ کچھ سوچتا نظر آیا۔

"آپ لوگ واقع ہی اس منگنی کو اتنا وقت گزرنے کے بعد بھی سیریس لے رہے ہیں۔" اس کا لہجہ بے حد عجیب ہوا۔"وہ منگنی جو بس باتوں ہی باتوں میں ہوئی تھی۔"

"یہ کیسی بات کہی تم نے؟ بھلاں ایسی باتیں کوئی مذاق میں طے کرتا ہے۔ سیریس تھی تو جبین کی بات بھائی سے تمہارے لیے کی اور بھائی نے بھی ہامی بھری۔ اور اس وقت تم دونوں ہی چھوٹے تھے تو باتوں میں ہی بات پکی کرنی تھی نہ۔" وہ اپنے تعین اس کو کچھ خفگی سے سمجھا رہی تھیں۔

حارث کے کندھے ڈھلکے۔ چہرہ نہ چاہتے ہوئے بھی بیزار سا ہوا۔

"اور یاد آیا تمہیں نواز بھائی نے اپنے آفس بلایا ہے کچھ باتیں کرنی ہیں تم سے، بارہ ایک بجے تک چلے جانا۔ مجھے تمہیں کہنا نہ پڑے دوبارہ۔" حارث کی بیزاریت حد سے سوا ہوئی۔

"چلو اب ان کی پیشی بھی بھگتنا پڑے گی۔" تبسم مسکرا دیں۔

"حارث میں نے بھائی سے اس کا ہاتھ بہت مان سے مانگا تھا، احتیاط کرو میرا مان نہ ٹوٹے۔" انہوں نے تسبیح کو تھاما اور کھڑی ہوئی۔ حارث نے ان کا ہاتھ تھاما۔ کچھ پل ان کو دیکھتا رہا۔ چہرہ ماں کو دیکھتے ہی نرم ہوا۔

"نہیں ٹوٹتا آپ کا مان، پرامس۔" ممی پر سکون سی ہوئی اس کی بات سن۔ انکو اس کا چہرہ بھی مطمئن لگا۔

"لیموں پانی۔" انہوں نے سولیہ ابرو اچکائی۔

وہ مسکرایا اور نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں موڈ نہیں ہے میرا۔''

''اچھی بات ہے، اس ٹائم پینے بھی نہیں دینا تھا تمہیں میں نے۔'' انہوں نے بھی مذاقاً کہا اور سیڑھیوں کی طرف ہولیں۔

''چلو اب سو جاؤ تم بھی۔''

وہ ہنس دیا۔ کچھ پلوں بعد ممی کے اوپر چلے جانی کی چاپ معدوم ہوئی۔ اس کی نظریں کچن کے بند دروازے پر ٹکی تھیں۔

''مان ٹوٹے گا ممی اور آپ کی طرف سے نہیں اس جھوٹے کھوکھلے نواز کی طرف سے، اس کی بیٹی کی طرف سے۔ کیونکہ یہ رشتہ بھرم سے بنا ہے اس میں مان دور دور تک نہیں ہے۔'' کھڑا ہوا۔

''اور میں جھوٹے بھرم نہیں رکھتا۔''

خود کو باور کرواتے ہوئے، وہ خود سے یہ سب بڑبڑا رہا تھا، یا شاید آنے والے قت کے لیے آنکھوں کی کاٹ میں سوچ چھپا رہا تھا۔

☆☆☆

صاف ستھرا اجلا چہرہ، نفاست سے پیچھے کو جمے ہلکے گنگھریالے بال اور سیاہ غلافی آنکھیں اس وقت شکاری کی مانند لگ رہی تھیں۔ حارث رحمان تبسم کے بتائے وقت سے تقریباً چھے گھنٹوں بعد نواز کے شاہانہ آفس کے سامنے کھڑا تھا۔ لبوں کو سکیڑے اس نے تھوڑی کے تلوں کو چھوا اور پھر گہرا مسکرایا۔

نیوی چیک شرٹ اور سیاہ پینٹ کی جیبوں میں سے دائیں والی جیب میں ہاتھ ڈالے اس نے سرخ رنگ کا پین نکال شرٹ کی دائیں جانب بنی جیب میں اٹکایا۔ پھر اس نے سامنے نظر آتے بھاری کانچ کے بھورے دروازے کی طرف قدم بڑھانا شروع کیے۔ دروازے تک جانے کے لیے اس کو دس زینے عبور کرنا تھے۔ پہلی سیڑھی پر چڑھتے ہی وہ گہرا مسکرایا۔ عجیب جنونیت تھی اس کی مسکراہٹ میں۔ اور پھر جیسے جیسے وہ زینے عبور کرتا گیا اس کی مسکراہٹ سنجیدگی کے بھید میں بدلتی چلی گئی۔ ایک گہرا سانس بھر اس نے اب کہ بے تاثر نگاہوں سے خاکی وردی پہنے سکیورٹی گارڈ کو دیکھا جو ضعیف سا تھا اور اب نقاہت زدہ طبیعت لیے اس کے واسطے دروازہ کھولنے کے لیے اٹھنے والا تھا۔ مگر حارث رحمان اس سے قبل ہی بول اٹھا۔

”بیٹھے رہو چچا میں دروازہ کھول سکتا ہوں۔“ اس پر ایک نظر ڈال دروازے کو آگے کی طرف دھکیل وہ اندر داخل ہوا۔

پیچھے اس ضعیف سے سکیورٹی گارڈ نے چہرے پر عجیب سا تاثر لیے اس کو جاتے دیکھا تھا۔

آنکھوں میں سوچ کی لکیریں سموئے وہ آفس چیئر پر بیٹھے کچھ مغموم سے لگتے تھے، جب ان انٹر کام کی گھنٹی نے سارے میں ارتعاش سا پیدا کر ان کو چونکا سا دیا۔

"ہیلو۔" ریسور کو کان سے لگائے نواز دھیما سا بولے۔

"ٹھیک ہے میرے آفس میں بھیج دو۔" سنجیدگی سے کہتے انہوں نے آفس ٹیبل پر رکھی ننھی پیلی گھڑی پر وقت دیکھا جو اس وقت چھے بجا رہی تھی۔ سر جھٹک انہوں نے آنکھوں کو مسلا اور کرسی کو گھمائے سیدھا کیا اور نظر کا چشمہ ناک پر ٹکایا۔

لکڑی کے لش پش دروازے پر ناک کیے جانے کی آواز سن ان کے چہرے پر سنجیدگی طاری ہوتی چلی گئی۔ گہری سانس بھرا انہوں نے مقابل کو اندر آنے کی اجازت دی۔

"کم ان۔"

کچھ پل بیتے اور پھر دروازہ بغیر کسی چرچراہٹ کے کھلا اور انہوں نے حارث رحمان کو اپنے سامنے نمودار ہوتے پایا۔

وہ کچھ چونکے، وجہ اس کے چہرے کی حد درجہ سنجیدگی تھی۔ حارث رحمان قدم دھرتا ان تک آیا اور ان کے سامنے رکھی دو کرسیوں میں سے ایک پر بڑے آرام سے بیٹھا اور پھر اسی سنجیدگی سے اس کو تکتے نواز کا چہرہ دیکھا۔

"جی، ممی بتا رہی تھیں آپ کو کچھ باتیں کرنی ہیں مجھ سے کریں۔"

جواباً نواز کے چہرے پر یکدم کر ختگی سی گھلتی چلی گئی اپنی سیٹ کے ساتھ ٹیک لگائے انہوں نے گہرا سانس بھرا۔

"میرے خیال میں میری بہن نے اتنی بری تربیت نہیں کی کہ تم کسی سے سلام تک نہ لو، خاص کر اپنے خونی رشتوں سے۔" وہ اسی کر ختگی سے بولے تھے جو اس وقت ان کے چہرے پر چھائی ہوئی تھی۔ مگر حارث رحمان کی سنجیدگی میں بھی رتی برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔

"خونی رشتے حق کھانے والے ہوں تو ان پر سلامتی نہیں لعنت بھیجی جاتی ہے نواز صاحب۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا، میں لعنت کا مستحق ہوں۔" ان کو حارث کی بات طمانچے کی مانند لگی تھی۔ اب کہ وہ مسکرایا۔

Clubb of Quality Content

"آپ بہتر جانتے ہیں نواز صاحب کون کس چیز کا حق دار ہے۔" حارث کی آنکھوں میں مسروریت چھا رہی تھی۔

نواز نے لب بھینچے اس کو دیکھا۔ پھر وہ کچھ آگے کو ہوئے اور میز کی سطح پر دونوں کہنیوں کو ٹکایا اور ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ملایا۔

کیوں بد ظن ہو آخر مجھ سے اتنے حارث؟" ان کے چہرے پر یکدم ہی بے بسی چھائی تھی یہ لفظ ادا کرتے ہوئے۔

"تم مجھے میری اولاد کی طرح عزیز ہو حارث۔۔"

اس نے نفی میں سر ہلایا "نہیں اپنی اولاد صرف اور صرف اپنے والدین کو عزیز ہوتی ہے۔ کوئی کسی کی اولاد کو اپنا نہیں سمجھتا اور تب تو بلکل بھی نہیں جب وہ غریب اور یتیم و مسکین ہوں۔" اس کی آواز میں قطعیت تھی۔

"بے جا نفرتیں پھیلا کر کسی کو کچھ نہیں ملتا۔" نواز اسی بے بسی سے بولے۔

"مجھے کسی سے کچھ چاہیے بھی نہیں۔ محبت بلکل بھی نہیں۔" لہجہ وہی قطعیت والا رہا۔

نواز کی آنکھیں چشمے کے پار بے بسی سے لبریز ہوئیں۔

"تمہیں جو مسئلہ ہے مجھے بتاؤ ہم کوئی حل نکال لیں گے۔یوں مجھ سے کھار مت رکھو۔"

"کھار انسان خود پیدا نہیں کرتے یہ خود بخود دلوں میں سماتی ہے۔"

"بے وجہ تو یہ پیدا نہیں ہوتیں۔"

"وجہ تو کہیں نہ کہیں موجود ہوتی ہے، کوئی بھی کسی بھی وجہ سے دل میں پیدا ہونے والی کھار سے ناواقف نہیں ہوتا۔"

حارث پر نواز کے لفظوں کا، چہرے اور آنکھوں کی بے بسی کا تنکا برابر بھی اثر نہیں ہوا تھا۔

انہوں نے بے بسی سے واپس کرسی کے ساتھ ٹیک لگائی۔حارث اسی سنجیدگی کے ساتھ انہیں دیکھے گیا لیکن اس کی

Clubb of Quality Content!

آنکھوں میں مسروریت تھی۔

"خیر چھوڑو ان باتوں کو آج میں نے مان لیا کہ تم میرے حوالے سے کبھی اپنے دل صاف نہیں کر سکتے۔"

"بلکل۔"اس نے سرِ خم تسلیم کیا۔نواز جواباً پیچو تاب بھی نہ کھا سکے۔

"لیکن مجھے تم واقع ہی عزیز ہو۔" حارث اب کہ خاموش رہا۔

"مجھے کہیں سے پتا چلا ہے کہ تم گیملنگ کے اڈوں پر پائے جاتے ہو۔اور بتانے والے میرے بہت قریبی ہیں اور وہ تمہارا تعلق مجھ سے بخوبی جانتے ہیں۔ حقیقت کیا ہے مجھے بتاؤ۔"اب کہ نواز نے حارث کو چوکنا ہوتے پایا تھا۔

ان کی بے بسی میں سنجیدگی بھرتی چلی گئی۔

"ایک دو دفعہ میچ کھیلنے گیا تھا۔"اس نے کچھ توقف سے ہی سہی لیکن بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کہا۔"پر آپ یہ بتائیں آپ کا وہ عزیز وہاں کیا کر رہا تھا؟اور آپ نے ایسے عزیز سے تعلق کیوں رکھا ہے؟جو ایسی جگہوں میں جاتا ہے یا پھر آپ ابھی تک جوانی کی لت کو لیے بیٹھے ہیں آخر کو اپنے زمانے کے گیملنگ کے چیمپئین رہ چکے ہیں۔"

Clubb of Quality Content

اس نے صاف بات گھمائی تھی پر اس کی ان باتوں نے نواز کے چہرے پر سے ہوائیاں اڑائی تھیں۔حارث کی آنکھوں کی مسروریت بڑھتی چلی گئی۔

"کیا فضول بات ہے یہ۔"وہ اب باقاعدہ گرجے۔

"ویسا ہی پوچھا ہے نواز صاحب جیسے آپ نے مجھ سے پوچھنا چاہا۔"اس نے کندھے اچکائے ،چہرے پر صاف ڈھٹائی تھی۔

"میں ماموں ہوں تمہارا تمہارے بارے میں ایسی ویسی باتیں سنتا ہوں تو میرا فرض بنتے ہے کہ تم سے پوچھ گچھ کروں۔" انہوں نے اسی گرج سے کہا، آواز اونچی نہ تھی۔ حارث کچھ بیزار سا ہوا۔

"ماموں ہیں باپ نہیں جو آپ کا میری ایسی ویسی باتیں سن مجھ سے پوچھ گچھ کرنا فرض بنتا ہو۔" نواز کی کان کی لوئیں تک سرخ ہوئی تھیں۔ یہ تزلیل تھی۔

"اس رویہ کے ساتھ تم کسی قابل نہیں رہو گے۔" انہوں نے نفی میں سر ہلاتے کہا۔

"اپنی بہن کے بیٹے کو بد دعائیں دے رہیں آپ، چچ! چچ!" آواز میں افسوس اور مصنوعی تاسف در آیا۔

نواز کو اپنی داہنی کن پٹی دکھتی محسوس ہوئی۔

"پر آپ ہمیں تبسم کی اولاد تھوڑی نہ سمجھتے ہیں آپ تو ہمیں رحمان کی اولاد سمجھتے ہیں، خاص کر مجھے۔" اس کا انداز لتاڑنے والا تھا۔

"تم جاؤ یہاں سے، جس موضوع پر تم سے بات کرنا تھی اس پر پھر کروں گا، جاؤ۔" نواز کی رنگت متغیر پر رہی تھی، جیسے وہ صبر کے آخری مراحل سے گزر رہے ہوں۔ اس کی ایک بات

نے جیسے ماضی کی تمام یادوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے لا پٹخا تھا۔ کیا بات کرنی تھی؟ اور کیا نہیں؟ حارث کی باتوں میں بولے گئے ایک لفظ نے سب کچھ گڈ مڈ کر دیا تھا۔

حارث نے غور سے ان کی حالت ملاحظہ کی اور کرسی کو پیچھے کھسکا اٹھ کھڑا ہوا۔ نواز نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

"چلیں جیسی آپ کی مرضی۔ پر ٹائم سے بتا دیجئیے گا اگلی دفعہ کی حاضری کا وقت، دراصل اپنا کاروبار نہیں ہے میرا عام سی ملازمت کرتا ہوں، آپ کی طرح نہیں ہوں جب چاہا آفس سے جہاں دل کیا چلا گیا۔" نواز نے کوئی رد عمل نہیں دیا بس ایک چشمہ اتارتے ہوئے ایک ملامتی نظر اس پر ڈالی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ان پر ایک نظر ڈالتا وہ آگے بڑھا ہی تھا جب نجانے کس وجہ سے پلٹا۔

"اور ہاں یاد آیا، کوئی صحت مند اور جوان سکیورٹی گارڈ رکھیں۔ اتنے ضعیف آدمی کو رکھا ہوا ہے وہ کیا ہی آپ کی حفاظت کرے گا۔ ایسے انسان کی سفید پوشی سے مدد کر دیا کریں، آخر کو پیسے کی کونسی کمی ہے آپ کو، یوں کام لے کر وہ بھی اس کی طاقت سے زیادہ بھلا کیا ہی ثواب دے گا آپ

کو۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔اور نواز ضبط کے کڑے مراحل سے گزرتے ہوئے بس اتنا ہی کہہ سکے تھے۔

"جاؤ!۔" حارث نے مسروریت سے کندھے اچکائے اور دروازے کی جانب بڑھا۔

نواز نے آج کی گفتگو سے ایک بات تو اخذ کر لی تھی کہ حارث رحمان لوگوں کا صبر آزمانے میں ماہر تھا۔

☆☆☆

اس کا آرٹ روم بہت خوبصورت تھا۔کمرے کی چاروں دیواریں ہلکے منفرد رنگوں سے مزین تھیں۔جو اس وقت کمرے کے وسط میں لٹکتے جھومر کی سفید ملگجی سی روشنی میں جگ مگ کر رہی تھیں۔جھومر کی روشنی کا زیادہ حصہ اسی تلے رکھے ایک کینوس پر پڑ رہا تھا۔ارد گرد پینٹ برشز کا بڑا سا بیگ ترتیب سے رکھا تھا۔البتہ سحر جبین خود اس وقت ادھر موجود نہیں تھی۔اسی پل دروازے کا ناب گھما یاسمین اندر داخل ہوئی تھی۔وہ غالباً کہیں جا رہی تھی کیونکہ اس نے سیاہ لمبی نفیس سے موتیوں والی قمیض اور ہم رنگ ہی سلک کا پلازو اور ڈوبٹّا اسٹائلش انداز میں اور

رکھا تھا۔ بالوں کا سلیک بن بنا رکھا تھا جو اس پر جچ رہا تھا اور چہرے پر نفاست سے کیا گیا میک اس کو خوبصورت دکھا رہا تھا۔

یاسمین جھومر تلے رکھے اس کینوس کو غور سے دیکھ رہی تھی، جب اس نے اپنے پیچھے دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنی۔ وہ بغیر مڑے بھی جانتی تھی پیچھے کون تھا؟ اس کے علاوہ ادھر آتا ہی کون تھا؟ اس نے چہرہ پھیرا تو دیکھا۔

وہ دیوار کے ساتھ لگے کنسول کے دراز کو کھولے کھڑی تھی۔ سحر جبین نے لمبی سیاہ سلیو لیس قمیض پہن رکھی تھی۔ چھوٹے بال بڑے سے موتیوں والے کلپ میں قید تھے۔

''ناراض ہو؟'' سادگی سے اپنی طرف پشت کیے اداس نظر آتی لڑکی سے پوچھا۔ لیکن اس لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر یاسمین اس تک گئی اور کندھوں سے تھامے اس کا رخ اپنی طرف کیا۔ سحر نے نظریں اٹھائے اس کو دیکھا تو نظروں میں اس کا تیار شدہ روپ دیکھ ستائش ابھری پر لبوں پر قفل لگا رہا۔

''کیسی لگ رہی ہوں؟''

سحر نے منہ کا زاویہ بگاڑ کہا۔" مجھے کیا پتا ہو؟ اپنے شوہر سے پوچھیں میں آپ کا شوہر تھوڑی ناں ہوں۔"

یاسمین ہنس دی۔اور دوسرے پل اس کو گلے سے لگایا۔ سحر کے تاثرات میں لاتعلقی گھلی رہی ،البتہ یاسمین بخوبی جانتی تھی کہ اس لاتعلقی کا تعلق دل سے نہیں تھا۔

"میری پیاری بہن ہو تم۔" یاسمین نے اس کا رخسار نرمی سے چھوا اور الگ ہوئی۔

"بھابی، یہ نہ کیا کریں۔ بچی تھوڑی ناں ہوں میں!" وہ جھنجھلا کر بولی۔ چہرے کی لاتعلقی میں دراڑ پڑی۔

یاسمین ہنس پڑی۔ پھر اس نے اس کے دونوں مومی سے ہاتھ تھامے۔" میرے لیے تم میری بچی ہو۔ پورے سات سال بڑی ہوں تم سے۔" آنکھیں دکھا کر اس کو پچکارا۔

سحر کے گلے میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔ نظروں کو اٹھا بھابی کو دیکھا۔ہاں! وہ واقع اس کو اپنی بچی سمجھتی تھی۔ وہ اس کے ساتھ مخلص تھی، وہ اس کی بہترین ساتھی اور دوست تھی۔ کم از کم سحر جبین اسکی نیت پر شک نہیں کر سکتی تھی۔ وہ جانتی تھی وہ اس کے لیے کبھی برا نہیں چاہے گی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہیں آپ۔" سحر نے دل کھول کر اور مسکرا کر تعریف کی۔

"آئی نو!" کچھ اترا کر کہا۔ بھابھی کا انداز دیکھ سحر کو ہنسی آئی اور اس کو ہنستا دیکھ یاسمین بھی ہنس دی۔ دل کی کثافت ان کی شفاف ہنسی میں معدوم ہوئی۔

اسی دوران دروازے کا ناب گھمائے ایک ملازمہ کمرے میں داخل ہوئی۔

"یاسمین میڈم آپ کو نعیم سر بلا رہے ہیں۔"

"جی ان سے کہیں آ رہی ہوں بس۔" وہ ملازمہ کی طرف چہرہ پھیر بولی۔ ملازمہ نے "جی اچھا" کہا اور کمرے سے باہر گئی۔

"اب تو نہیں ناراض مجھ سے؟" وہ ابرو اچکائے سحر سے پوچھ رہی تھی۔ سحر نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں آپ سے ناراض نہیں ہوتی بھابی لیکن مجھے ڈر ہوتا ہے کہ کہیں آپ مجھ سے ناراض نہ ہو جائیں۔" سحر نے یاسمین کے ہاتھ مضبوطی سے تھام کر کہا۔

"میں تمہیں سمجھاتی ہوں تمہاری بہتری کے لیے، نہ کہ تم سے ناراض یا تمہیں مجھ سے ناراض کرنے کے لیے نہیں۔" سحر نے بدقت سر کو جنبش دی۔ وہ جس کے لیے سحر کو سمجھاتی تھی، وہ اس کے متعلق کچھ بھی منفی نہیں سمجھ سکتی تھی، شاید کبھی بھی نہیں، چاہ کر بھی نہیں۔

یاسمین سادگی سے مسکرادی۔

"ڈیڈی ابھی کچھ دیر میں آجائیں گے، تم خود ان کو کھانا دینا اور ان کے ساتھ بیٹھ جانا، دو دن ہو گئے ہیں ان کو کینیڈا سے واپس آئے ہوئے اور تم ان سے ملی نہیں ہو۔ وہ کیا سوچیں گے؟"

"اس گھر میں میرے بارے میں کوئی کچھ نہیں سوچتا بھابھی یہ آپ بھی جانتی ہیں اور میں بھی۔" اس نے بھابھی کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ نرمی سے آزاد کیے۔ اور جھومر تلے پڑے کینوس کی اور بڑھی۔

یاسمین نے گہری سانس بھری اور سر کو جھٹکا۔ "خیر تم پھر بھی ڈیڈی کے پاس چلی جانا وہ روز کھانے کے وقت تمہارا انتظار کرتے ہیں۔"

"جی اچھا۔" اس نے بجھی ہوئی آواز میں کہا۔ پھر اس نے دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنی تو زور زور سے نفی میں سر ہلایا۔

"سحر جبین کا کوئی انتظار نہیں کرتا، میں کسی کے لیے ضروری نہیں ہوں۔" لفظوں کی باز گنشت نے یکدم ہی اس کا ہر شے سے دل اچاٹ کر دیا تھا۔ دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر اس نے آنکھوں کو زور سے میچ کر کھولا۔

چہرہ اوپر کی جانب کیے جھومر کو دیکھا، اس روشنی میں اس کی چھوٹی ہلکی بھوری آنکھیں کسی اپنے کی یاد میں مبتلا لگ رہی تھیں۔

پھر وہ کرسی کو کینوس کے قریب رکھ، اس کینوس پر رنگ بکھیرنا شروع ہوئی۔ البتہ وہ مختلف رنگوں سے کینوس پر کیا بنا رہی تھی اس کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

نیچے بڑے سے گیراج میں جھانکو تو یاسمین تیز تیز قدم بھرتی گیٹ عبور کرتی باہر نکلی تھی۔ گیٹ کے سامنے ایک چمکتی ہوئی گاڑی کے قریب ایک اسمارٹ ساخوش شکل نوجوان مرد ایش گرے تھری پیس سوٹ پہنے کھڑا تھا۔

وہ اس مرد کے قریب آکر رکی۔ "چلیں"

مرد نے اپنی سیاہ آنکھوں سے بغور اس کی تیاری دیکھی، اور پھر مسلسل دیکھے چلے گیا۔

”نعیم اگر تم چاہتے ہو میں تمہارے دیکھنے سے شرماؤ۔تو یہ ناممکن ہے۔“ وہ جیسے اس کو آگاہ کر رہی تھی۔

نعیم مسکرادیا۔

”چلو اب ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔“اس نے اس کو کندھے سے ہلا آگے کرنا چاہا۔

”جی بلکل ہم لیٹ ہو رہے ہیں اور آپ کی وجہ سے۔دس دن پہلے ہی میں تمہیں بتا چکا تھا کہ ہمیں اگلی اتوار کسی فنکشن میں جانا ہے۔“نعیم نے یاسمین کا ہاتھ تھاما اور گاڑی کا پیسنجر سیٹ والا دروازہ کھولا۔

یاسمین نے آنکھیں گھمائیں۔

”ویسے کبھی کبھی مجھے لگتا ہے میں نے کسی انسان سے نہیں بلکہ ایک چلتے پھرتے ٹائم ٹیبل سے شادی کی ہے۔“ یاسمین نے گاڑی کے دروازے پر دونوں ہاتھ ٹکائے محظوظ انداز میں کہا اور فٹ سے اندر بیٹھ دروازہ بند کیا۔

نعیم نے بخوبی اس کا جملہ سنا تھا پر سر جھٹک مسکرادیا۔

وہ مسلسل ڈیڑھ گھنٹا کینوس پر جھکی رہی تھی۔ پھر ایک دم سیدھی ہوئی تو کمر پر پڑنے والی درد نے اس کو آنکھیں میچنے پر مجبور کیا۔ گردن کو دائیں بائیں ڈھلکایا اور کھڑی ہوئی وہ تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔ اور پھر جیسے یکدم ہی اس کے ذہن میں جھماکہ ہوا۔ ”ڈیڈی!۔“ زیرِلب بڑبڑا وہ جتنی تیزی سے کمرے سے نکل سکتی تھی نکلی۔

بڑے سے بنگلے کی بڑی بڑی راہداریوں سے جو اس وقت خاموشی میں ڈوبی ہوئی تھیں سے گزرتے ہوئے وہ ڈائننگ ہال تک آئی، وہاں کی بتیاں بھی گل تھیں۔ البتہ دائیں جانب بنے کچن میں دو لڑکیاں اور وہی ملازمہ جو یاسمین کو بلانے آئی تھی، کچن کو سمیٹ رہی تھیں۔

”ڈیڈی آ گئے۔“ البتہ وہ دل میں دعا کر رہی تھی کہ وہ ابھی نہ آئے ہوں۔

”جی سحر میڈم وہ تو ایک گھنٹے پہلے ہی آ گئے تھے۔“ ڈبل ڈور فریج میں سامان رکھتی ایک ملازمہ نے اس کو بتایا۔

سحر کا دل ڈوبا۔

”کھانا کھالیا؟“ اس کی آواز دھیمی تھی لیکن ملازماؤں نے سن لی تھی۔

”جی، وہ بھی آتے ساتھ ہی کھالیا تھا۔“

"وہ روز کھانے کے وقت تمہارا پوچھتے ہیں۔" یاسمین کا جملہ اس کے کانوں میں گونجا۔

آنکھوں کو چندھیائے وہ ڈائنگ ہال سے نکلی۔ گھر میں پھیلی خاموشی اس کو کسی سوگ کی مانند معلوم ہو رہی تھی۔

"کھانا بھی کھالیا اور پوچھا بھی نہیں۔" تلخی سے سوچ اس کا دل بھر آیا۔

"سحر جبین کا کوئی انتظار نہیں کرتا، میں کسی کے لیے ضروری نہیں ہوں۔" وہ اپنے بارے میں یہ سوچتی تھی تو بلکل صحیح سوچتی تھی۔

لیکن اگر وہ سوچے تو اسے پتا چلے کہ اس نے یہ تو پوچھا ہی نہیں تھا کہ نواز نے اس کے بارے میں پوچھا تھا یا نہیں؟

Clubb of Quality Content!

☆☆☆

دو ہفتہ بعد:

وہ ابھی ابھی سو کر اٹھا تھا۔ کمرے میں ملگجا سا اندھیرا تھا۔ سیاہ غلافی آنکھوں کی چمک دیدنی۔ پھر وہ اٹھا اور بغیر کمرے کی بتی چلائے واشروم میں گھسا۔ کچھ پلوں بعد وہ واپس آیا تو صاف ستھرے

سفید ٹراؤزر شرٹ پہنے تھا۔ بالوں کو تولیے سے رگڑا اور ایک دو مرتبہ ہاتھ پھیر پیچھے کیا۔ کمرے کا مرکزی دروازہ کھول وہ باہر نکلا اور پھر وہ جیسے بری طرح چونکا۔ سلائیڈنگ ڈور کے اس پار اسے وہ نظر آئی تھی، روشن چہرے والی سحر جبین جو ادھر سے ادھر چلتے فون کو کان سے لگائے کھل کھلاہٹیں بکھیر رہی تھی۔ پھر جانے اس کے دل میں کیا سمائی کہ وہ چلتا چلتا سلائیڈ ڈور کو دھکیل ڈائینگ ہال میں داخل ہوا، سحر کی اب اس کی جانب پشت تھی۔

اس نے اس کو سر تا پیر باقاعدہ گھور کر دیکھا تھا۔ اس نے آج بھی سلیو لیس پہنا ہوا تھا اسی دن کی طرح جب وہ اسے پک کرنے گیا تھا، بلکہ وہ تو پہنتی ہی سلیو لیس تھی۔ پھر وہ کپڑے سے ڈھکے تین سیٹر صوفے کے وسط میں بیٹھا۔ انداز خود شناس تھا، مغروریت والا۔ وہ بہت غور سے اس کو ہنستے ہوئے اب سن رہا تھا۔ پھر ایک نظر گھڑی میں ڈالی جواب تین بجا رہی تھی۔

گلابی گھٹنوں تک آتی فراک پہنے اور ہم رنگ کھلا پلازو پہنے، چھوٹے بالوں والی لڑکی نے جھٹکا دے بالوں کو پیچھے کیا۔ حارث نے اس کے اس طرح بال جھٹکنے پر اس کے کان کی لو میں چمکتا وہ ننھا گلابی ہیرا دیکھا تھا۔

''کیسی ہو جبین؟'' نرم ٹھہری آواز میں اس نے اس کو مخاطب کیا۔ اور دوسری جانب چہرہ کیے لڑکی کا دل دھک سے رکا۔ رنگت سرخ، قلب منتشر ہوا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سحر کو اپنے پیٹ میں عجیب گرہیں پڑتی محسوس ہوئی۔مڑے نہ مڑے وہ اب ہونق دکھ رہی تھی۔وہ کب آیا،کب بیٹھا وہ اس بات سے یکسر انجان تھی۔

"پھر اس نے چہرہ پھیرا اور پھر اس کو خوامخواہ ہی تھوک نگلنا پڑا۔حارث ایک ٹانگ پر دوسری ٹانگ کو جمائے بہت عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔یا شاید انہیں نظروں سے جن سے وہ چاہتی تھی وہ اسے نہ دیکھے۔

"زبان گھر چھوڑ کر آئی ہو۔"سحر نے پھر سے تھوک نگلا۔اس کا انداز صاف ظاہر کر رہا تھا کہ اس کو کچھ برا لگا ہے۔

"نہیں،وہ ٹھیک ہوں میں۔"دھیمی آواز میں صاف منمنائی تھی۔حارث نے اس کو کچھ پل تکا جواب سر اور چہرہ جھکائے زمین کو دیکھتے ہوئے غیر آرام دے لگ رہی تھی۔

"بیٹھ جاؤ۔"اس بار اس نے نرمی سے کہا۔

"نہیں وہ میں پھپھو کو دیکھ لوں وہ اوپر ہیں۔"وہ جتنی تیزی سے کہہ سکتی تھی اس نے کہا اور پھر اس کی جانب دیکھے بغیر آگے بڑھی وہ اتنی تیزی میں تھی کہ بائیں جانب پڑی درمیانی اسٹول کو

بھی نہ دیکھ سکی۔اور اگلے ہی لمحے وہ بڑی طرح لڑکھڑاتے ہوئے حارث کے باہنی سائیڈ کے صوفے پراوندھے منہ گری تھی۔

اف،اف،اف! شدید سبکی،اہانت،شرمندگی،ان سب کو ملاؤتو سجل کا دل اور اس کا چہرہ بنا تھا۔پر مقابل بیٹھے حارث پر جوں تک نہیں رینگی تھی۔کچھ پل بیتے تو وہ تیزی سے دونوں ہتھیلیوں کو جمائے اٹھی،ابھی وہ آگے بڑھتی کہ حارث نے اس کلائی تھامی۔سحر کو اپنا سر چکراتا محسوس ہوا۔ہاتھ میں تھامافون پہلے ہی زمین بوس ہوچکا تھا۔اس کے ہاتھ میں واضح لرزش اتری تھی۔وہ کھڑاہوا،وہ قدمیں بمشکل اس کے کندھے تک آرہی تھی۔پھر حارث نے بازو سے تھام اس کارخ اپنی جانب کیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کہیں لگی تو نہیں۔"اس کے لہجے کی نرمی اس کے دل میں اتری،سرخ ناک پڑتی لڑکی نے چھوٹی بھوری آنکھیں اٹھااس کو دیکھا،ہرگز نہیں!اس کی سیاہ غلافی آنکھوں میں نرمی نہیں تمسخر تھامرحم نہیں محظوظ کن تاثر تھا۔

"بولو۔"

"نہیں۔"وہ بس یہی کہہ پائی۔

"اچھا لیکن مجھے لگتا ہے تمہارے دماغ میں کوئی انٹرنل چوٹ لگی ہوئی ہے۔"

"جی۔" وہ الجھی

"اپنا علاج کیوں نہیں کرواتی جب دیکھو کہیں نہ کہیں گرتی پڑتی رہتی ہو آخر کو میرے ماموں اور ان کے صاحب زادے اتنا کماتے ہیں اور اب تو آپ بھی کماتی ہیں۔یوں ہر کسی کے سامنے گرنا اچھا نہیں لگتا۔"

سحر کے لب وا ہوئے۔یہ کیا کہہ رہا تھا وہ؟ کیا وہ اس کو پاگل دکھتی ہے،اس نے لب بھینچے اس کو دیکھا۔

"یا پھر مجھے دیکھتے ہی تمہاری دماغی حالت بگڑتی ہے میں نے اکثر تمہیں اپنے سامنے گرتے دیکھا ۔اتنا مت گرا کرو مجھے گرے ہوئے لوگ پسند نہیں ہیں۔"

سحر کو اپنا دل تیزی سے دھڑکتا محسوس ہوا۔یہ کیسی باتیں کر رہا تھا وہ؟ عجیب بے عزتی تھی جو سحر کے دل میں اترتی چلی گئی۔اس کی بات سن اس نے بازو اس کے ہاتھ سے نکالنا چاہا تو وہ جوابا اُس سے پہلے ہی چھوڑ گیا۔پھر اس نے وہ کیا جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔حارث نے بڑی ہی

بے تکلفی سے اس کی کمر کے گرد بازو ڈالے اس کے اور اپنے درمیان کچھ قدموں کا فاصلہ چھوڑا۔

سحر کا دل اچھل کر حلق میں آیا۔دم سادھے ، شل دماغ اور اعصاب کے ساتھ اسکے ہاتھ کپکپائے،اس کو اپنے ماتھے سے ٹھنڈا پسینہ پھوٹتا محسوس ہوا۔

"حارث۔"اس کی آواز لرزی۔پہلو میں گرے بازو اٹھنے سے انکاری ہوئے۔

"کیوں گھبرا رہی ہو۔سہارا دیا ہے تمہیں کہیں پھر نا گر جاؤ۔"اس نے دائیں ہاتھ سے اس کے چہرے پر آتی لٹ کو کان کے پیچھے اڑسا۔

"اوپر پھپھو میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔"لہجے میں بوکھلاتی ہوئی منمناہٹ تھی۔حارث کی پہلے سے خمار آلود آنکھوں میں خماری بڑھی۔

وہ یونہی چند قدموں کے فاصلے میں لیے اس کو کھڑا تھا۔"پہلے بھی تو تمہیں کئی بار سہار دیا ہے،یاد ہے یا تم امیر

لوگ دوسروں کی مدد بس ایس آیڈوانٹچ لیتے ہو۔"حارث نے اپنے ہاتھ کی پشت سے اس کا گال آہستگی سے سہلایا۔وہ غیر ہوتی حالت کے باعث کسمسا بھی نہ سکی۔اس کے انداز واطوار نے سحر

کے اوسان مکمل طور پر جیسے سلب کیے تھے۔وہ حارث جیسے شخص سے کبھی اس عمل کی توقع نہیں کرسکتی تھی۔پر یہ جو بھی وہ کرنے کی کوشش کررہا تھاوہ غلط تھا سراسر غلط۔

سحر کو اس سے اس پل کوفت ہوئی،حارث کی گرفت کے ہالے میں کھڑی وہ بلکل کبوتر لگ رہی تھی اور حارث بلی جو اس کے غیر آرامدے،خوف سے پڑتے پیلے چہرے کو غلافی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے مسکرار تھا۔

سحر نے محسوس کیا اس کی گرفت مضبوط ہوتی جارہی تھی،یا شاید وہ جان کر انگلیوں کا دباؤ بڑھا رہا تھا۔وہ کیا کررہا تھا؟ کیوں کررہا تھا؟ کس لیے کررہا تھا؟ وہ یہ سمجھ نہیں پارہی تھی۔وہ بے شک اس سے محبت کرتی تھی،لیکن وہ ہر گز اس کا یہ عمل نہ قبول کرسکتی تھی نہ اس کی حوصلہ افزائی۔

ایک لمحہ گزرا اور پھر وہ بڑی طرح خوفزدہ ہوکر اس کے تنگ ہوتے حصار سے نکلی۔حارث نے بھی بڑی آسانی سے اس کو آزاد کیا۔پھر سحر سٹ پٹ بھاگی،سلائیڈنگ ڈور کو کھینچتے ہوئے اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے آنکھیں دھندلانا شروع ہوئی۔جسم ٹھنڈا پڑ رہا تھا۔تیز ہلکی سی لرزش والے قدم لیے وہ کچن کے ساتھ بنے زینوں پر قدم دھرتی اوپر کو بڑھی۔

حارث گہرا مسکرایا،پر آنکھوں میں کاٹ ابھری۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

صوفے کے قریب گرے فون کو اٹھایا، وہ سحر کا فون تھا، الٹ پلٹ کر دیکھا پھر کچھ سوچتے ہوئے وہ بھی مہمان خانے سے باہر نکلا اس کا رخ بھی اوپر جاتی سیڑھیوں کی جانب تھا۔

غالباً بلی کا کبوتر کو ابھی آزاد کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

اوپر آ وہ سامنے ہی چھوٹے سے اوپن ٹی وہ لاؤنج کے رکھے لکڑی کے سنگل صوفے پر بیٹھا۔ اوپر والا پورشن زیادہ نفیس اور پیارا دکھ رہا تھا۔ دائیں جانب دو کمرے اور اس کے سامنے ہی اوپن کچن۔ کچن کے آگے جالی دار

پردے لٹک رہے تھے، اور انہیں پردوں کے پیچھے وہ چھوٹے بالوں والی لڑکی کی پشت دیکھ سکتا تھا۔ ٹی وہ لاؤنج درمیان میں تھا۔

"ممی!" سحر کے ساتھ کھڑی تبسم نے حارث کی آواز پر چہرہ پھیر پیچھے دیکھا۔ سحر نے آنکھیں میچیں۔ دل پھر سے ڈوبا۔ روشن چہرے میں زردی، چھوٹی آنکھوں میں دبی ہوئی نمی ابھرنے کو بے تاب ہوئی۔

"بولو۔"

"لیموں پانی دے دیں بنا کر پھر مجھے آفس کے لیے نکلنا ہے۔" حارث نے آنکھوں کو مسلا۔اور صوفے کی پشت سے سر کو ٹکایا۔

"ناشتہ نہیں کرنا؟"

"نہیں موڈ نہیں ہے۔"اس نے ٹھوڑی پہ قابل غور سیاہی مائل تلوں کو کھجایا۔

"سحر تم فریج میں سے لیموں پانی والا جگ نکال کر اس کو دے آؤ گی۔ میں اس کے پاس گئی تو مجھے باتوں میں لگا دے گا میں جلدی سے اس کے لیے سیب کاٹ کر لائی پتا نہیں پھر پتا نہیں آفس جا کر کب ناشتہ کرے گا۔"

وہ پریشانی سے کہہ رہی تھی۔اس پریشانی سے جو ہر ماں کو اپنی اولاد کے لیے تب ہوتی ہے جب وہ بنا کھائے پیے باہر جائے۔

سحر نے بدقت سر کو جنبش دی۔دل کو پتا نہیں پھر سے کیا ہوا۔ تبسم اپنے دھیان میں ہی فرائنگ پین میں شامیوں کو شڑ شڑ کرتے چھوڑتے ہوئے پھلوں والی ٹوکری سے دو سیب اٹھا رہی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سحر نے سامنے دیوار کے ساتھ لگی فریج کا نچلا دروازہ کھولا اس میں سے لال جگ کو باہر نکالا۔ شیشے کا ہونے کے باعث اس کو پتا چل گیا تھا کے وہ لیموں پانی ہے۔

"ممی یار لادیں لیموں پانی۔"

"لا رہی ہے سحر، صبر کرو۔" ہاتھ تیزی سے سیب کے کیوبز بنا رہے تھے۔

سحر نے برتنوں والے رینک میں سے شیشے کا گلاس اٹھایا اور جگ سے لیموں پانی اس میں انڈیلنا شروع کیا۔ ابھی وہ گلاس بھر رہی تھی جب اس کے داہنے کندھے کے قریب حارث کی آواز ابھری۔

" ممی ناز آپ کو کمرے میں بلا رہی ہے۔" سحر نے برق رفتاری سے گردن موڑ اس کو دیکھا، حارث کا چہرہ ممی کی طرف تھا۔

"مجھے تو آواز نہیں آئی۔" ممی نے بنا اس کو دیکھا کہا۔

"آپ کچن میں ہیں تو آواز بھلاں کہاں سے آئے گی آپ کو تبسم میڈم۔" لہجے میں شوخی تھی۔

"چپ کرو تم یہ وقت ہے بھلاں اٹھنے کا مجھے سارا پتا ہے یہ ناشتہ نہ کر کے جانے کے بہانے ہیں۔ سحر بیٹا یہ ذرا شامیاں تو پلٹنا۔" تبسم نے سیب کے کیبوز کی شکل میں کاٹا باؤل حارث کو پکڑایا۔اور تنبیہ کی۔

"باہر آکر بیٹھ کر کھاؤ۔ کھائے بغیر گئے نہ تو آج تم باہر ہی سوؤ گے۔" خفگی سے کہتیں وہ پردہ دھکیل باہر نکلیں۔

حارث نے باؤل کو تھاما اور چہرہ گھمائے پیچھے دیکھا۔

"لیموں پانی آج کی تاریخ میں مل سکتا ہے۔"

اس نے طنزیہ نظروں سے سحر کو مخاطب کیا جو گم صم سی کھڑی تھی۔چہرے پر غیر آرامدے رنگوں کی بھرمار تھی۔

"جی، یہ لیں۔"سحر چونکی اور پھر تیزی سے کہتی فریج کی طرف بڑھی، جگ کو اندر کھا اور باہر بڑھنا چاہا۔حارث نے اس کا یہ انداز قابل غور طریقے سے ملاحظہ فرمایا۔اس کے جبڑے خود بخود بھینچے۔

"یہ شامی کباب پلٹ دو ممی کہہ کر گئی تھیں تم سے۔"حارث نے گلاس کو لبوں سے لگایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سحر کا پردہ ہٹاتا ہاتھ ہوا میں معلق رہ گیا۔لب کاٹے، وہ اس پل یہاں نہیں رکنا چاہتی تھی جہاں وہ تھا۔وہ اس کے نیچے کیے گئے عمل کی بھی وضاحت چاہتی تھی لیکن کیا وہ اسے کسی وضاحت کے قابل سمجھتا تھا؟

وہ باہر چلی بھی جاتی لیکن ہلکی سی جلنے کی بو اس کے نتھوں سے ٹکرائی پھر وہ مڑی اور سامنے چولہے کی طرف آئی۔حارث کو نظر انداز کیے چمٹا اٹھائے اس نے شامیوں کو ایک ایک کر پلٹنا شروع کیا۔حارث بھی فریج کی طرف بڑھا باؤل کو اندر رکھا گلاس کو لیموں پانی سے بڑھا۔

چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرتے ہوئے وہ سحر کو پھر سے دیکھ رہا تھا۔چھوٹے بال جن کو وہ پیچھے کی جانب جھٹک رہی تھی۔حارث نے رینک میں سے پلیٹ نکالی اون پر پڑے ٹشو والے ڈبّے میں سے تین ٹشو نکال گول پلیٹ میں بچھائے۔لیموں پانی سے بھرا گلاس پیا اور گلاس سنک میں رکھا۔پھر وہی پلیٹ تھام اس کی جانب آیا۔

"یہ لو اس میں نکال لو کباب۔" پلیٹ اس کی طرف بڑھائی۔شامی اب گہرے بھورے ہونا شروع ہو چکے تھے اب اگر وہ ان کو نہ نکالتی تو وہ جل جاتے۔

"تھینک یو۔" اس نے دھیمی آواز میں چہرے پر آتے بالوں کو پیچھے جھٹکا، کان کی لو میں چمکتے نگینے پھر سے حارث کو جھلک دکھلا گئے۔

پلیٹ کو شیلف پر رکھ اب وہ ایک ایک کر کے نفاست اور ترتیب سے پلیٹ میں شامی کباب سجا رہی تھی، چہرہ جھکنے سے چھوٹے سے بال آگے کو گرے، اب کی بار اس نے عادت سے مجبور ہو کر بھی ان کو پیچھے نہیں دھکیلا تھا۔ چہرہ بے تاثر رکھنے کی کوشش میں بھی سب عیاں ہو رہا تھا، بوکھلائی، گھبرائی اور غیر آرامدے، دل کی حالت اب بھی غیر تھی۔

حارث کی نظریں اس کی اٹھتی گرتی پلکوں پر جمی تھیں۔ چہرہ میکاپ سے عاری تھا۔ کچن میں چولہے کی حدت کے باعث ماتھے پر ننھی شفاف بوندھے چمک رہی تھیں۔

Clubb of Quality Content

اس کو وہ اس پل جانے کیوں پیاری لگی، پر اگر پیاری لگ رہی ہے تو وہ اچھی کیوں نہیں لگ رہی، اچھا اور پیارا، امیر غریب۔ ہاں شاید یہ ہی وجہ ہو گی۔

"آپ کو اگر کچھ کہنا ہے تو کہہ سکتے ہیں۔ آپ کی حرکتیں مجھے آکورڈ فیل کروا رہی ہیں۔" سحر کی آواز پر وہ چونکا۔

اس کو دیکھا جو اب فرائنگ پین سے گھی کو ڈبے میں الٹ رہی تھی۔ یہ کہتے ہوئے سحر کا دل تیزی سے دھڑکا تھا۔

"کرنی ہو گی تو تمہیں لگتا ہے مجھے تمہاری اجازت درکار ہو گی۔" اس نے ناک سے جیسے مکھی اڑائی۔

سحر نے چہرہ جھکائے لب کاٹے۔ بالوں کو کان کے پیچھے اڑسا، نگینوں نے پھر سے جھلک دکھلائی اور اب حارث کا چہرہ بدلا تھا۔ سیاہ آنکھیں مبہوت ہوئیں، یا شاید نرم۔ وہ جب جب ان نگینوں کو دیکھتا تو وہ اپنا دل نرم ہوتے پاتا تھا۔ اس بات کا اس کو اندازہ تھا وہ بھی بخوبی۔

سحر الجھی ہوئی کبابوں کو کھانے والی ٹرالی میں رکھ رہی تھی۔ یا شاید وہ خود کو اس سے بچا رہی تھی۔ یا اس سے بچ رہی تھی، دل جھنجھلایا دماغ ادھر اس کی موجودگی پر یہاں آنے پر پچھتایا۔ البتہ دل ابھی بھی تیز رفتار سے دھڑک رہا تھا۔

"اور میں کس طرح تمہیں آکورڈ فیل کروا رہا ہوں۔" نگینوں کی جھلک دماغ سے معدوم ہوئی اور اس کی کہی بات ذہن میں لپکی۔

"آپ نے جو کچھ قبل میرے ساتھ حرکت کی ہے۔ مجھے وہ اچھی نہیں لگی اور اب یوں آرام سے ۔۔"اس نے بہت دقت سے یہ بات کی۔ وہ اس کو چھو نہیں سکتا، اس کو اس بات کی اجازت وہ نہیں دے سکتی تھی۔ اس کو اس کے چھونے سے کوفت ہوئی تھی۔

حارث کے ابرو خفگی سے سکڑیں۔ ٹھوڑی کو کھجایا۔

"تو روک دیتی مجھے، میرے سامنے گرنے کی ایکٹنگ نا کرتی، یاں تمہیں اٹینشن گریب کرنے کی عادت ہے۔"

سحر نے اس کی کڑوی بات سنی۔ ایکٹنگ مگر اس نے ایکٹنگ تو نہیں کی تھی۔

"میں ایسی نہیں ہوں۔"سحر نے ٹرے برتنوں والے رنک سے پلیٹیں نکال اوپر نیچے رکھنا شروع کیں۔ رنگت متغیر تھی۔ دل میں عجیب سا ابال اٹھتا محسوس ہوا۔

"اچھا، تمہیں کیا میں بے وقوف نظر آتا ہوں جس نے تمہارے ساتھ وہ حرکت کی،"اب کہ اس نے جیسے اپنے کچھ دیر پہلے کیے گئے عمل کی حامی بھری۔ لیکن تنفر سے۔

بہت سوچ سمجھ کر مجھے فیصلے لینے کی عادت ہے۔ تمہارا مجھے پیچھے نہ دھکیلنا صاف اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ۔۔۔"وہ دھیمی آواز میں تحاشہ خفگی لیے کہتے کہتے رکا۔

"you like being touched by men"۔"وہ آنچ دیتی دھیمی آواز میں غرا کر بولا تھا۔

اور سحر کے لیے جیسے دنیا جہاں کی گردشیں رکی تھیں۔یہ کیا کہا تھا اس نے؟اس ایک انگریزی جملے میں کس قدر تذلیل تھی کہ وہ کچھ پل جیسے شل سی ہو گئی۔

"تم نے کہا اوپر پھپھو ہیں یعنی پھپھو نہ ہوتی تو تم مجھے ہر شے کی اجازت دیتی۔"

وہ اب بھی سنگیں آواز میں غرایا۔

اس کا تنفس بڑھ رہا تھا اور سحر کو اپنی دل کی دھڑکن گم،مانند ہوتی محسوس ہوئی۔"وہ تو بس گری تھی۔اس نے تو اس کو واقع ہی گرا ہو سمجھ لیا۔دل پر جیسے کسی نے زوردار پیر رکھ دیا تھا۔زرد رنگت مزید زرد ہوئی۔

"وہ اس کے بارے میں ایسے سوچتا ہے۔"لب کسی ننھے بچے کی طرح کپکپائے،ذہن میں بس ایک ہی شے گھوم رہی تھی،وہ تو بس گری تھی۔

"میرے لیے یہ مرنے کا مقام ہو گا کہ میری شادی ایک ایسی لڑکی سے ہو جو خود کو دوسروں کو چھونے سے باز نہ رکھ پاتی ہو۔"

اس کی دھیمی غراہٹیں، آنکھوں میں طیش کی لالی بکھیر رہی تھی۔

میں آج یا کل منگنی توڑ دوں گا، میری طرف سے کسی بھی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا سمجھیں۔" وہ آنچ دیتی دھیمی آواز میں اب بھی غرا رہا تھا۔ وہ اس کی کردار کشی کر رہا تھا وہ اس کو روک کیوں نہیں پا رہی تھی۔ کیا محبت میں وہ اس قدر اندھی، گونگی بہری ہو گئی تھی۔

سحر کی اس کی جانب پشت تھی، پر اس کا چہرہ اندھیری رات کی مانند ہو رہا تھا۔ ٹرالی پر اس کی گرفت مظبوط ہوئی۔ اس نے کی تھی مزاحمت، یہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔ اس کی کردار کشی۔ اس کو یہ نہیں کہنا چاہیے تھا وہ ایسی نہیں ہے۔ اور وہ منگنی بھی توڑ دے گا۔

"زور زور سے نفی میں سر ہلایا۔ "میں ایسی نہیں ہوں، میں نے تو بس محبت کی ہے" اس نے زیرِ لب کپکپاتے لبوں سے جملہ دہرایا۔

"تم ایلیٹ کلاس کی ہو، میں ایک عام سے سوفٹوئیر ہاؤس میں انجنیئر، تم اور میں ساتھ نہیں چل سکتے۔" وہ اور بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا، امیروں کی شان میں القابات بک رہا تھا۔

سحر کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا پھر وہ تیز ہوتے تنفس کے ساتھ مڑی اور اس کے مقابل جا کر ٹھہر گئی۔ گردن اٹھا آنسوؤں سے لبریز آنکھیں اٹھا دیکھا۔ حارث صاف دیکھ سکتا تھا کہ وہ ہولے ہولے کپکپا رہی تھی۔ لیکن اس کے سنجیدہ چہرے پر کوئی فرق نہیں آیا۔

"آپ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔" ہلکی بھوری چھوٹی آنکھیں رونے کے دوران مزید چھوٹی دکھ رہی تھیں۔ اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور کانپتے ہوئے رونے کے درمیان کہنا شروع کیا۔

"پر میں نے کبھی یہ نہیں چاہا کہ آپ کو اپنی طرف یوں ان طریقوں سے متوجہ کروں۔ میں ایسی نہیں ہوں، میں۔۔ میں ایسی۔۔ ایسی نہیں ہوں۔" حارث اس کو خاموشی سے دیکھے گیا۔ اس روتی بلکتی لڑکی کے واسطے جیسے اس کے پاس کوئی دلاسہ نہیں تھا۔ "میں نے کبھی نہیں چاہا کہ کوئی مرد میری طرف متوجہ ہو۔" زور زور سے نفی میں سر ہلایا۔

"میں آپ کو بہت پسند کرتی ہوں، میں چاہتی ہوں ہمارا ایک گھر ہو۔" اس نے ٹوٹے دل کے ساتھ اس کو وہ کہہ دیا جو شاید اگر کبھی وہ اس کی زندگی میں داخل ہو کر بھی نہ کہہ پاتی۔ آنکھوں سے آنسو ابل ابل کر گالوں پر پھسل رہے تھے۔ وہ بہت تکلیف میں لگ رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

”مجھے آپ سے فرق پڑتا ہے آپ کہ میری زندگی میں ہونے نہ ہونے سے۔مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ آپ کی حیثیت کیا ہے۔“

”میں بے بس ہو چکی ہوں آپکے لیے۔“ یہ واقع ہی اس کے بے بسی کی انتہا تھی کہ وہ اس کے کردار پر بات کرنے والے کو کچھ بھی نہ کہہ پا رہی تھی۔ محبت نے واقع ہی اسے بے بس و بے حال کر ڈالا تھا۔

”آپ کا رویہ مجھے بہت ہرٹ کرتا ہے،پلیز میرا ساتھ یوں مت کیا کریں۔“ٹوٹی ہوئی التجائیں کی گئیں ۔”میری بے بسی کا یوں فائدہ مت اٹھایا کریں۔“وہ بلک بلک کر روتے ہوئے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں اپنی حالت بیان کر رہی تھی۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

اور پھر وہ دوسرے ہی پل اس کے قدموں میں کسی ننھے بچے کی مانند بیٹھتی چلی گئی۔اس کی حالت ایسی ہو رہی تھی جیسے اس سے کوئی اس کا پسندیدہ کھلونا چھن رہا ہو۔

”مجھے ایسا مت سمجھیں میں ایسی نہیں ہوں۔“وہ زور زور سے نفی میں سر ہلائے ایک ہی بات اب کہے جا رہی تھی۔

حارث جوں کا توں کھڑا رہا۔اگر وہ سنگدل تھا تو کمال کا تھا،بے حس تھا تو وہ بھی لاجواب۔

لیکن سحر کو سب کچھ بھول رہا تھا۔تاریکی گلے میں گھلتی جا رہی تھی، حبس گھٹن اس کے اعصاب میں منتقل ہو رہی تھی۔سیاہی اب دل کو ڈوبا رہی تھی۔ بھوری چھوٹی آنکھیں ساکت ہوئیں، پر ذہن منتشر ہو رہا تھا، اگر اس نے اس بات کو بنیاد بنا کر اس سے منگنی کا تعلق توڑ دیا تو وہ کیا کرے گی؟ وہ محبت کے ان اونچے ستونوں پر بیٹھی تھی جہاں پر وہ یہ سمجھنے سے بھی قاصر تھی کہ اس پل اس کو اپنے کردار کی فکر کرنی چاہیے، اس بے نام منگنی کی نہیں۔وہ اس کا نہیں ہو سکے گا اسے سوچ، اندھیرا دماغ میں منتقل ہونا شروع ہوا، اور پھر اس کو اپنا سر چکرتا محسوس ہوا۔سب بوجھل ہوا پلکیں بھاری، سانسیں شل۔

اور پھر سب ڈوبتا چلا گیا۔کچن کی سفید دیواریں اندھیرے میں ڈوبیں یا شاید اس کی آنکھوں کی بصارت وہ اندازہ نہ کر سکی۔پھر وہ اوندھے منہ زمین پر گری، روشن چہرے والی لڑکی کے لیے سب کچھ سیاہی رات والا ہو گیا تھا، سب کچھ۔

سب کچھ ختم ہونے جا رہا تھا یا شاید ہو چکا تھا۔

☆☆☆

تین مہینے بعد:

تیز بتی کی روشنی گول میز پر پڑ رہی تھی۔اطراف میں پڑی چھ کرسیوں پر دو نوجوان مرد متناسب قد اور جسامت والے بیٹھے تھے۔دو پر لگ بھگ چالیس سے پینتالیس سالہ مرد بیٹھے تھے اور ایک کرسی پر علی اور ایک پر حارث۔

کمرے میں نیم اندھیرا تھا لیکن میز کے ارد گرد بیٹھے لوگوں کے چہرے واضح تھا۔

"میری مخبری کس شخص نے کی ہے۔" حارث کی سنجیدہ آواز بڑی ہی دو ٹوک تھی۔

"دیکھو حارث میں تو کبھی تمہارے اڈوں پر نہیں آیا، جب بھی آئے میرے بھیجے گئے لڑکے آئے ہیں اور ان کو ایڈریس تم خود دیتے ہو۔ ہو سکتا ہو ان لڑکوں میں سے کوئی ہو، لیکن میرا کسی سے پر سنلی کوئی تعلق نہیں ہے۔"

ایک سانولی سی رنگت والا مرد خود کو بری اذمہ کرنے کے واسطے لمبی تفصیل سنا رہا تھا۔

"میرے گھر پر ریڈ پری ہے اعظم صاحب، میرے اڈوں پر نہیں۔"

"گھر کا معاملہ تمہارا تو پھر سہیل اور علی کے ساتھ ہی ہے بھئی ان سے پوچھا۔" دوسرے اڈھیر مرد نے اس کے ساتھ بیٹھے علی اور سہیل کی طرف اشارہ کیا۔

"اگر وہ اس معاملے میں ہوتے تو وہ میرے ساتھ یوں نہ بیٹھے ہوتے ،ثاقب صاحب۔" انداز پتھریلا تھا۔

"میرے گھر میں، میری عورتوں کے ساتھ کیسی بد سلوکی ہوئی ہے اس بات کا آپ کو اندازہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک آپ کی عورتوں کیساتھ ویسا ہی سلوک نہ ہو۔" وہ اب کہ طیش سے گرجا۔

"گھر کی عورتوں کو بیچ میں مت لاؤ۔" ایک نوجوان مرد بھی اسی انداز میں اس پر بگڑا۔

"ہاں فکر مت کرو کسی کی عورتوں کو بیچ میں نہیں لاؤں گا، کیونکہ غیرت والا ہوں۔ لیکن جس نے یہ کام مجھے میرے گھر والوں کی نظروں میں گرانے کی کوشش کی ہے وہ انتہائی بغیرت ہے۔" وہ بری طرح طیش میں آیا۔

"حارث دیکھتے ہیں کول ڈاؤن۔" علی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ اس کو پر سکون کرنا چاہا۔"

ہو جائے گا معاملہ حل۔"

"تم کچھ نہیں کہو گے؟" علی کیساتھ بیٹھے سہیل نے سامنے کرسی پر کو غور سے دیکھتے ہوئے کافی سو بر سے اور خوش شکل مرد سے پوچھا۔

Clubb of Quality Content

"یہاں پر سب لڑ رہے ہیں اور میں لڑنا نہیں چاہتا کسی سے بھی۔ جس نے بھی یہ حرکت کی ہے بہت غلط کیا ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی یہ نہیں چاہے گا کہ ایسی باتیں گھروں تک جائیں۔ مجھے افسوس ہے۔" اس نے سبھاؤ سے کہتے ہوئے حارث کو دیکھا جو جبڑے بھینچے اس کو دیکھ رہا تھا۔

"مجھے کسی کی ہمدردی نہیں چاہیے، مجھے وہ شخص چاہیے جس نے میری مخبری کی ہے۔ کاشف خان! مجھ پر ڈرگز ڈیلنگز کا الزام لگا ہے۔"

"اگر مجھے وہ۔۔۔" ابھی وہ بول ہی رہا تھا کہ یکدم دھاڑ سے دروازہ کھول بھاری بوٹوں کی چاپ ان سب کو سنائی دی۔ حارث اور علی نے بیک وقت گردن موڑ پیچھے دیکھا اور پھر شاید حارث رحمان کی دنیا اندھیروں میں ڈوبی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سامنے پولیس اہلکار کھڑے تھے۔

"معافی چاہوں گا تم سے حارث رحمان لیکن تم اپنا سب کچھ اب گنوا چکے ہو۔" کاشف خان کی سرسراتی آواز پر اس نے گردن پھیر بے یقین نظروں سے اس کو دیکھا۔

کاشف اب اپنی نشست چھوڑ اہلکاروں کی سمت بڑھ رہا تھا اور حارث کی سیاہ غلافی آنکھیں جیسے پتھرا گئی تھیں۔

"سب کو اریسٹ کرو۔" حکم دیا اور اوپر جاتے زینوں کی اور بڑھا۔

اہلکار ان سب کو ہتھکڑیاں لگا رہے تھے۔ کمرے میں ان سب کے اونچی اونچی بولنے کی آوازیں تھیں۔ غالباً وہ مرد اپنی ساکھ کھونے سے اب ڈر رہے تھے اور نوجوان مرد اپنے امیر باپوں کی۔

کاشف خان نے کسی بھیڑیے کی مانند بھیڑوں کے جھنڈ میں گھس کر اس کا شکار کیا تھا۔ لیکن وہ معصوم بھیڑ تو نہ تھا جس کا کوئی بھی یوں شکار کر جاتا۔ کیا وہ اتنا آسان ہدف تھا۔ اس کا دماغ شل تھا۔ کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے قاصر۔

☆☆☆

جاری ہے۔۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"سیاہی سے قلم، قلم سے تحریر، تحریر سے تصوّر"

"باب دوئم"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

لاہور میں آج بارش نے جیسے ادھم مچا رکھا تھا۔ ترتر ترمسلسل برستی بارش میں سڑکیں گاڑیوں سے کچا کچ بھری پڑی تھیں۔ موسم خوشگوار اور ٹھنڈا محسوس ہورہا تھا۔ لیکن سڑکوں پر موجود سواریوں سے اٹھتی پیپ، پیپ کی آوازیں، سحر جبین کو کوفت میں مبتلا کیے ہوئے تھیں۔ عجیب بیزاری سی اور بے تاثری سی بیک وقت اس کے چہرے سے جھلک رہی تھی۔

وہ آج جوہر ٹاؤن کے ایک تازہ تازہ بنے ریستورانٹ میں آرٹ ورک کرنے آئی تھی۔ کام تو وہ کب کا ختم کرچکی تھی۔ پر یہ بغیر موسم کی بارش، اس نے کوفت سے آنکھیں میچیں۔ اور اوپر سے اس کو گاڑی کا نہ چلانا آنا، اس نے بیزاری سے سر جھٹکا۔ آج اس نے سلیولس گھٹنوں سے کافی اوپر تک آتی قرمزی رنگ کی لان کی شرٹ اور ہلکے نیلے رنگ کی بیگی جینز زیب تن کر رکھی تھی۔ کھلے سیاہ بال بیچ کی مانگ نکال کریوں آگے کو ڈال رکھے تھے کہ دونوں کان نظر نہیں

آرہے تھے، چہرہ ویسا ہی تھا شفاف اور روشن، پر موجودہ حالات کے زیرِ اثر بیزاری اور کوفت کا سانچہ اوڑھے ہوئے۔

اس نے شیشے کے پار کچا کچ گاڑیوں سے بھری سڑک کو دیکھا اور کندھے پر ڈالے سفید اور سیاہی مائل چمکتے ہوئے لیدر کے بیگ میں سے موبائل نکالا اور یاسمین بھابھی کو کال ملائی۔ کچھ دیر موبائل کان کو لگائے وہ شیشے کے پار

تیزی سے برستی بارش کو یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں جاتے لوگوں پر برستے دیکھتی رہی۔

''بھابھی مزید کتنی دیر ہے۔'' یاسمین کے کال اٹھانے پر وہ بے تاثر سی آواز میں بولی۔ لیکن یاسمین کی طرف سے بھی اٹھتا ہارنز کا شور اس کو جیسے کچھ بھی سننے میں مشکل دے رہا تھا۔

''سحر یہاں پر بہت ٹریفک ہے۔ بیس منٹ سے گاڑی یہیں پر پھنسی ہے، معلوم نہیں مزید کتنی دیر لگے۔'' یاسمین کا تقریباً تیسری مرتبہ یہ جمہ دہرانے پر اس کو سمجھ آئی تھی۔

''آپ کہاں پر ہیں، مطلب کتنی دور ہیں میری لوکیشن سے؟'' اس نے کچھ اونچی آواز میں قدرے شیشے سے دور ہو کر کہا۔ نئے نئے بنے ریستورانٹ کا یہ حصہ قدرے خالی تھا لیکن اوپر سے چہل پہل کی آوازیں آرہی تھیں۔

"یہی کوئی تین، چار منٹ۔" اس بار یاسمین کی آواز ہارنز کے شور تلے دبی نہیں ہوئی تھی۔ جس کے باعث وہ باآسانی سن پائی۔ اس نے کچھ پل کے لیے لبوں کو سکیڑ دائیں جانب کیے کچھ سوچا اور پھر کہا۔

"اچھا میں آ جاتی ہوں وہاں پر آپ مجھے گاڑی کی لوکیشن بھیج دیں۔" وہ بس جلد از جلد یہاں سے جانا چاہتی تھی۔ ایک نظر اوپر جاتی رنگ برنگی سیڑھیوں کے زینوں کو دیکھا اور دوبارہ سے نظریں شیشے کی اور مرکوز کیں۔

"نہیں سحر بارش بہت تیز ہے، تم بھیگ جاؤ گی۔ ادھر ہی کچھ دیر انتظار کر لو۔" یاسمین نے اس کو نرم سی تنبیہ کی۔

"نہیں بھابی۔" وہ کوفت زدہ سی بولی۔ "میں آ رہی ہوں، کچھ نہیں ہوتا مجھے آپ لوکیشن بھیج دیں، میرا دل نہیں کر رہا اب مزید یہاں پر رکنے کا۔" ایک نظر پھر زینوں کو دیکھا۔ وہ جیسے کسی کی آمد سے پہلے ہی یہاں سے جانا چاہ رہی تھی۔

"سحر کچھ دیر کی ہی تو بات ہے، میں کونسا اتنی دور ہوں۔" یاسمین نے اب کے خاصے شور میں دبتی آواز میں کہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"وہی نہ آپ دور نہیں ہیں میں جلد ہی آجاؤں گی۔لوکیشن سینڈ کر دیں پلیز۔" یہ کہہ اس نے دوسرے پل جھٹ سے موبائل بند کیا تھا۔

اور پھر کچھ توقف کے بعد اس کے موبائل پر لوکیشن کا نوٹیفکیش ابھرا تھا۔دوسرے ہی پل اس نے بنا توقف کے خوبصورت سے ہی رنگ برنگے شیشوں والے مرکزی دروازے کی جانب طرف قدم بڑھائے۔

"میڈم سحر جبین!""آہ!اس نے کراہ کر آنکھیں میچیں تھیں۔

یہ وہی تھا جس کی آواز ہر مشکل سے پہلے اس کو روک لیتی تھی۔وہ وہی تھا جو اس کو کسی بھی مشکل کا سامنا کرنے سے پہلے آسانی کا سامان فراہم کرتا تھا۔یہ آواز،آخر کیوں یہ آواز ہر مشکل میں جانے سے پہلے اس کو روک لیتی تھی؟

اس نے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ ابھرتے اور پھر اس سے کچھ قدموں کے فاصلے پر رکتی محسوس کی۔اس نے بے دلی سے لب کاٹے،اور چہرے پر ڈھیروڈھیر بیزار گی سجائے اپنا رخ پھیرا اور اپنے پیچھے کھڑے دراز قد مرد کو بے تاثر نگاہوں سے دیکھنے کی حتمی المقدور کوشش کی۔

"یہ آپ کا پینٹنگ کا سامان اوپر رہ گیا تھا۔" تیمور نے شائستگی سے کچھ پینٹ برشز اور پینٹ کٹر اس کے آگے ہتھیلی پھیلائے پیش کیں۔ سحر جبین نے گہری سانس بھری۔

"یہ میرے کسی کام کے نہیں رہے، ویسٹ (بیکار) ہیں۔ اس لیے واپس نہیں رکھے اپنے باقی سامان میں۔" اس نے بیزاری سے کہا۔ بے موسمی بارش اور گاڑیوں کا بے ہنگم شور اس کو مسلسل مضطرب کر رہا تھا، اور اوپر سے تیمور کی آمد۔ اس کا دل عجیب سا ہونا شروع ہوا۔ وہ جیسے تیمور کے کسی عمل سے خود کو بچانا چاہ رہی تھی۔

تیمور نے ایک نظر اپنی چوڑی اور شفاف ہتھیلی میں موجود پینٹ برشز اور پینٹ کٹر کو دیکھا، ان کی حالت استعمال کے قابل تھی۔ پر جانے کیوں سحر کو وہ استعمال کے قابل نہیں لگ رہے تھے؟ پر خیر وہ کیا کہہ سکتا تھا؟ اس کی مرضی۔

وہ ابھی بھی اس کے سامنے مضطرب چہرہ بنائے کھڑی تھی۔ عین اسی پل سحر کا موبائل رنگ ہوا تو اس نے سبز نشان پریس کر کان سے لگایا، بھابھی ابھی تک اس کے نا آنے کا پوچھ رہی تھی۔ اس نے "جی اچھا بس آ رہی ہوں نہیں آپ مت آنا میں بس نکلنے لگی ہوں۔" کہہ کر کال بند کی۔

"کیا آپ جا رہی ہیں؟"

نـاول کلب
Clubb of Quality Content

”جی“ سحر نے ایک نظر اس کی ہتھیلی پر ڈالی اور دوسری اس کے دوسرے ہاتھ میں تھامی ہوئی سرمئی چھتری پر۔ پھر اس نے اپنا رخ بدلا اور قدم آگے بڑھانے چاہے پر پھر اس کی وہی ”مشکل میں مدد والی آواز۔“

”کیا آپ کی گاڑی باہر ہے۔“ تیمور نے تیزی سے پوچھا۔

”نہیں کچھ دور ہے۔“ وہ مرکزی دروازے کی جانب چہرہ کیے ہی بولی۔

”کتنی دور؟“ وہ پھر سے پوچھ بیٹھا۔

”دو، تین منٹ کی دوری ہے بس۔“ سحر نے ہاتھ آگے بڑھایا اور دروازے کے لمبے اسٹیل والے ہینڈل پر جمایا۔

”کیا آپ کے پاس چھتری ہے۔؟“ تیمور نے اپنی جگہ پر ہی ٹھہرے ایک اور سوال کیا۔

سحر جبین کے لیے اب یہاں پر کھڑے رہنا جیسے محال ہو رہا تھا۔ اس نے ایک بار پھر رخ پھیرا اور نظریں اٹھائے اس کو دیکھا۔ وہ آنکھوں میں اپنی ازلی مومیت لیے ہوئے اس کو نہیں شفاف شیشے کے پار سڑک پر تر تر برستی بارش کو دیکھ رہا تھا۔

”تو تین منٹ کی دوری میں بھی آپ کو خاصا چل کر جانا پڑے گا، اور اتنے میں بارش آپ کو بیمار کر سکتی ہے۔“ وہ ٹھہرے ہوئے انداز میں کہہ رہا تھا۔ سحر کی آنکھوں میں اچھنبا لہرایا اسے لگا تھا شاید وہ کہے گا آپ بھیگ جائیں گی، لیکن بیمار۔ جانے کیوں خفگی سی آنکھوں میں عود آئی۔

”اتنی کمزور نہیں ہوں میں۔“ منہ کی بڑبڑاہٹ اتنی واضح تو تھی ہی کہ تیمور نے باآسانی سنی۔

”میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کمزور ہیں۔“ ایک قدم آگے بڑھایا اور پھر سے نظریں بارش پر ٹکائیں۔

”یہ بے موسمی بارش ہے اس بارش میں بھیگنے سے کوئی بھی بیمار پڑ سکتا ہے۔ چاہے وہ آپ ہوں یا میں۔“ اپنی ازلی مومیت والی بھوری آنکھوں سے بس فقط ایک پل کے لیے اس کو دیکھا تھا اور پھر ہاتھ میں موجود چھتری اس کی اور

بڑھائی۔

”یہ چھتری۔“ ابھی وہ اپنی بات مکمل بھی نہ کر سکا تھا۔

”کیا یہ ہر بار ضروری ہے؟“ سحر جبین کا سوال تیمور کی آنکھوں میں کوئی ناقابل فہم تاثر لے آیا تھا۔ گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"ہر شے ضروری ہے۔اور یہ چھتری بھی آپ کو بارش سے بچانے کے لیے۔"ایک بار پھر سرمئی چھتری اس کی اور بڑھائی گئی۔

"اف، میں اس کی بات نہیں کر رہی۔"سحر نے سر پر ہاتھ مارا۔ تیمور نے لبوں کو سختی سے آپس میں پیوست کیا۔غالباًاس نے اس کے انداز میں یکدم ہونٹوں پر پھیلنے والی مسکراہٹ کو روکا تھا۔

"آپ کا ہر بار میری مدد کے لیے آجانا ضروری ہے۔"تیمور اس کی جھنجھلائی آواز پر چونک سا گیا تھا، یا شاید اس کے کہے گئے جملے پر۔پھر وہ سادگی سے مسکرادیا۔رخسار پر پڑتا گڑھا گہرا ہو کر ابھرا۔

"ہر بار کا تو پتہ نہیں۔"گلے میں پھر سے گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔"پر ایک بار اور سہی۔"

سحر نے یہ منظر واضح دیکھا اور پھر براہ راست نظریں اٹھا، تیمور کی بھوری آنکھوں میں جھانکا۔پر اس جھانکنے میں کچھ کھوجنے کی خواہش بے چینی سے ابھری تھی۔اور اب کہ شاید نہیں یقیناً تیمور نے ہمیشہ کی طرح سحر کے دیکھنے پر نظروں کا رخ نہیں بدلا تھا۔

کچھ پل اور فقط کچھ ساعتوں کے لیے ہلکی بھوری آنکھیں بھوری آنکھوں کو تکتی رہیں۔اور بس سحر جبین نے تیمور زمیر کی آنکھوں میں اپنے لیے صرف اور صرف شفاف مومیت پائی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کے علاوہ ہو بھی کیا سکتا تھا؟ سر کو جھٹکا اور دوسرے پل اس نے اس کے اپنے طرف بڑھے ہوئے ہاتھ سے چھتری پکڑی تھی۔

"شکریہ۔" تیمور اس کو ابھی بھی دیکھ رہا تھا۔ پھر گہری سانس بھر سر کو ہلکا سا خم دے وہ سیڑھیوں کے رنگ برنگے زینوں کی جانب بڑھا تھا۔

مگر سحر جبین وہی کھڑی اس کی چوڑی پشت کو کھوجتی نگاہوں سے دیکھتی رہی اور پھر وہ مکمل طور پر معدوم ہوا تو اس نے بھی رخ پھیرا اور چھوٹے بالوں کو پیچھے کی طرف جھٹکا دیا اور دروازہ دھکیل باہر بڑھی۔ بارش کی تیز بوچھاڑ نے اس کی شرٹ کے دامن کو ایک پل کے لیے ہوا میں لہرانے پر مجبور کیا تھا، اور پھر دوسرے پل اس نے مضبوطی سے اپنا لباس درست کیا اور چھتری کو کھولا تو وہ کسی گہرے طوفان کے ساؤں میں کھلتے ہوئے خوشنما پھول کی مانند کھل گئی۔ اب وہ اس کو سر پر لیے اور مضبوطی سے اس کی ہک کو تھامے آگے فٹ پاتھ پر چل رہی تھی۔

تیز تر تر ہوتی بارش اور ٹریفک میں پھنسی گاڑیوں میں سے گزرتی ہوئی وہ یاسمین کی بھیجی ہوئی لوکیشن پر جا رہی تھی، پر ذہن جیسے ان بھوری مومی تاثر والی آنکھوں میں ہی رہ گیا تھا۔ کیا یہ بس اتفاق تھا یا کچھ اور؟ جو وہ مومی آنکھوں والا ہر مشکل میں اس کے لیے آسانی کا سامان جانے کہاں

سے لے آتا تھا؟ یا پھر شاید وہ ہر جگہ کو اس کے لیے "safe place" (محفوظ جگہ) بنا دیتا تھا
۔

وہ اندازہ نہ کر سکی۔ جو بھی تھا عجیب تھا! اس کی سوچیں منتشر ہو رہی تھیں وہ بھی بری طرح۔

(موجودہ دن سے دو ہفتہ قبل)

(یہ اس دن سے اگلے روز کا منظر ہے جس رات سحر اور یاسمین کے درمیان ٹیرس پر گفتگو ہوئی تھی)

چہرہ حسین سے حسین تر معلوم ہو رہا تھا۔ مسکان تو سحر جبین کے لبوں سے جدا ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ وہ اپنے گلابی اور سفیدی کا امتزاج لیے ہوئے کمرے میں سامنے ہی جدید سے ہلکے گلابی رنگ والے قد آور آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔ بائیں جانب بنی کھڑکیوں پہ لٹکے پردے باہر سے آتی ہوا اس کے بالوں کو بھی لہلہانے پر مجبور کر رہی تھی۔ غالباً آج موسم خوشگوار تھا یا شاید اس کے دل کا موسم بارش کے بعد خوشنما ہو گیا تھا، جو بھی ہو وہ بہت خوش دکھ رہی

تھی۔ چھوٹے سیاہ بال بیچ کی مانگ نکالے سیٹ کیے آدھے آگے اور آدھے پیچھے ڈالے ہوئے تھے۔

چہرہ میک اپ سے عاری تھا۔ایک دو پمپل کے سوااور کچھ اس کے چہرے پر نہ تھا۔بس وہی شفاف سی مومیت تھی۔ سلیو سلیس نیلی گھٹنوں تک آتی چنٹوں والی فراک اوراس کے ساتھ بیل شیپ(bell shape)والا پاجاما پہنے اس نے آئینے میں آخری دفعہ خود کا جائزہ لیا۔

مگر پھراس کی نظر کانوں میں پہنے گلابی نگینوں پر پڑی اور پھر جیسے جم کر ہی رہ گئی تھی، چہرے پر گلابیت ابھری،اب وہ اپنے دل کی دھڑکن کو تیز ہوتا صاف محسوس کر سکتی تھی۔اس نے گلابی نگینوں پر ملائمت سے انگلیاں پھیریں،اس کا انداز ظاہر کر رہا تھا جیسے وہ کسی ان دیکھی شے کو محسوس کر رہی ہو۔

آنکھیں بند کر وہ پر سکون دکھ رہی تھی۔

"آج بھی اس کو خواب میں دیکھا ہے؟"

Clubb of Quality Content

یاسمین بھابھی کی آواز پر وہ بری طرح چونکی آنکھیں کھولے اس نے آئینے میں اپنے پیچھے ابھرتے بھابھی کے عکس کو دیکھا۔وہ کب آئی، کب اس کے پیچھے ٹھہری، سحر جبین کا چہرہ صاف ظاہر کر رہا تھا کہ وہ بھابھی کی کمرے میں آمد کا اندازہ آنکھیں کھولنے کے بعد کر پائی تھی۔

یاسمین اب اس کے کمرے کے عین وسط میں لگے سنگل سے مخملی بیڈ پر بیٹھ رہی تھی۔وہ سادہ سی ٹی شرٹ اور ٹراؤزر پہنے ہوئے تھی۔

”خواب، حقیقت، سراب۔“

تھوڑے لمحوں بعد بھابھی کی آواز کمرے میں گونجی سحر اب سنگھار میز کا اسٹول کھینچ کر بیٹھ رہی تھی۔چہرہ اور آنکھیں خوشی سے جگ مگ کر رہی تھیں۔

”ہاں، وہ آج میرے خواب میں آیا تھا،اس نے مجھے بہت اچھے سے ٹریٹ کیا، میں بہت خوش ہوں۔“

سحر کی آواز میں سکون تھا۔رات والی اداسی کہیں جیسے اس خواب میں ہی تحلیل ہو چکی تھی۔

”اور خواب میں آنا تمہیں کیسے خوش کر سکتا ہے۔“ یاسمین کے ماتھے پر بل پڑے۔

Clubb of Quality Content

”آپ کو معلوم تو ہے سائنس کہتی ہے جو شخص ہمارے بارے میں سوچتا ہے وہ اکثر ہمیں خواب میں نظر آتا ہے۔یعنی حارث میرے بارے میں سوچتا ہے،وہ سوچتا ہے مجھے۔اوہ مائی گاڈ(oh my god)(اے میرے خدا!)بھابھی وہ سوچتا ہے مجھے“وہ مجھے پر زور دے کر بولی”اور میں اس لیے خوش ہو رہی ہوں۔“

وہ کسی خوش پرندے کی مانند چہچہا رہی تھی۔

”سائنس بھی تمہاری طرح بونگی ہے جبین۔سوچتی تو تم بھی ہو اسے کیا وہ تمہارے خواب میں اس وجہ سے نہیں آسکتا۔“یاسمین کو اس کی دماغی حالت پر جیسے شبہ ہوا۔

”ویل،میں میچور ہوں“سحر نے بدمزہ ہو کر جیسے ہاتھ جھاڑے۔”سائنس کو دل سے سمجھتی ہوں کیونکہ وہ اکثر مجھے میرے مطلب کی بات ہی بتاتی ہے۔“اس نے بالوں کو پیچھے جھٹکا۔چہرہ گلاب لگ رہا تھا۔

”پر بعض خواب حقیقت نہیں ہوتے۔“یاسمین کا جملہ سحر کو بے تاثر لگا۔

”نہ ہوں،وہ ویسے بھی میرے خواب میں آتا ہے،اس کا میرا ہونا تو کوئی خواب نہیں ہے،وہ میری حقیقت ہے میرا افیانسی(منگیتر)ہے۔“

سحر نے کسی گمان کے زیرِ اثر کہا۔گلاب ہوتے چہرے کی پتیاں جیسے اب خزاں کا شکار ہونا شروع ہوئی تھیں۔

"بہت سی حقیقتیں سراب ہوتی ہیں، جبین۔"بھابھی کے ابرو تن سے گئے۔

"میری حقیقت کوئی سراب نہیں ہے۔"خزاں کے پتے جھڑ اس کے گلے میں بے دردی سے چبھے تھے یا شاید کوئی اور شے، وہ اندازہ نہ کر سکی۔

"پر تم تو ایک سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہوں۔کیا ایسا نہیں ہے؟"

"کیسا سراب بھابھی؟وہ۔۔"اس نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔خشک ہوتے پتے اس کے گلے کو خشک کر رہے تھے۔

"وہ سراب جو تمہیں اپنے خیالات سے بہت سی حقیقتیں دکھاتا ہے اور تم محض کبوتر کی طرح اپنے سامنے بلی کو آتے دیکھ آنکھیں بند کر لیتی ہو۔"

ناول کلب
Clubb of Quality Content

"آپ اس کو سراب کیسے کہہ سکتی ہیں؟ بھابھی! وہ میرا فیانسی (منگیتر) ہے، میری حقیقت میں اس کے ہوتے کسی اور کی پابند نہیں ہو سکتی۔ یہ حقیقت ہی ہوئی نہ میری۔ ٹھیک ہے وہ میرے سے محبت نہیں کرتا لیکن میں اس سے جڑی تو ہوئی ہوں ناں۔" وہ اس حقیقت سے جیسے کسی صورت نظریں نہیں چرانا چاہتی تھی۔

"آپ بات کو کہاں سے کہاں لے کر جا رہی ہیں، کیا میں کچھ پلوں کے لیے خوش نہیں ہو سکتی۔ کبوترا گر یہ سوچ کر آنکھیں موندر کھے کہ بلی اس کو نہیں کھائے گی تو اس میں برائی کیا ہے۔"

خشک پتے اب حلق میں جذب ہونا شروع ہوئے۔ یاسمین کچھ نہ بولی، بس شدید تاسف کا تاثر لیے وہ اس دیکھے گئی۔ وہ سحر جبین کی سوچ پر جیسے بد دل ہو رہی تھی۔ پھر کچھ پل خاموشی کی نظر ہوئے تو یاسمین نے ایک اور سوال داغا۔

"اچھا تب کیا ہو گا جب کبوتر آنکیں کھولے گا اور بلی اس کو سالم نگل جائے گی۔"

"مجھے نہیں پتا۔"

اس نے خفگی سے بالوں کو جھٹکا اور اسٹول پر سے اٹھی، اب اس کا رخ دائیں جانب بنیں دیواروں میں نسب شیشے کی الماری کی طرف تھا۔

بھابھی نے چہرہ پھیرا اسکی پشت کو دیکھا جو اب الماری میں سر دیے کھڑی جانے کیا تلاش کر رہی تھی؟

"دراصل بلی جانتی ہے کبوتر اس سے خوفزدہ ہے۔اور اس کو یہ خوف مزہ دیتا ہے، ورنہ بلی کو کیا غرض اس کی آنکھیں کھلی ہو یاں بند اس کو تو آخر میں اس کو کھانا ہی ہے۔" دھیمی آواز میں کہتے ہوئے وہ اٹھی اور اپنے عکس کو

قد آور آئینے میں ابھرتے دیکھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سحر اب نچلے خانے میں ترتیب سے پڑے جوتوں کو ایک ایک کرتے ہوئے باہر نکال رہی تھی۔

"پر مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کبوتر کے پاس پر ہیں تو وہ اڑ کیوں نہیں جاتا؟ کیوں بلی کے پنجوں میں جکڑے بیٹھا ہے؟ کیوں پنکھ پھیلائے اڑنے کی کوشش نہیں کرتا؟" یاسمین کسی گہری حقیقت کے تعین اپنے تلخ خیالات کو الفاظ دے رہی تھی۔

”کیا بلی کبوتر لگا رکھا ہے آپ نے بھابھی۔“ وہ چڑ کر بولی۔ ”آپ کو میں کبوتر لگتی ہوں اور حارث بلی۔؟“

بھابھی نے ہاں میں سر ہلایا۔

”سو فیصد۔“

”آپ کو شیف کی بجائے لیکچرار ہونا چاہیے تھا۔“ سحر جبین اب بس پہلو بچانا چاہ رہی تھی، یاسمین صاف اور سب سمجھ رہی تھی۔ پھر اس نے جیسے تھک کر گہری سانس بھری۔

”وہ تمہارا فیانسی (منگیتر) ہے، تمہارے پیرنٹس (والدین) سے تم دونوں اس ریلیشن (تعلق) میں آئے ہو۔ وہ واقع ہی ابھی تمہاری حقیقت بنا ہوا ہے۔ پر اپنے آپ کو اور اس کو ایکول جانو، وہ تمہارے ساتھ برا پیش آتا ہے تو اس کو دائرے میں رہ شٹ اپ کال دو، خود کو یوں مت گراؤ یہ سب کرنے سے تمہیں اس کی محبت نہیں ملے گی۔ خود کی ویلیو (قیمت) کو کم از کم اپنے آگے تو مت گراؤ۔“

سحر کچھ نہیں بولی وہ اب اپنے چھوٹے بالوں کو آگے پیچھے کر رہی تھی۔

"سحر جبین تمہارا نام بہت پیارا ہے اس نام کا مطلب ہوتا ہے روشن چہرے والی اور میں دل سے چاہتی ہوں تمہارا چہرہ روشن رہے تاعمر اور تمہارا روشن چہرہ حارث تو تاعمر روشن نہیں رہنے دے گا۔"

"جانتی ہوں پر پھر بھی میں رہ لوں گی اس کی ساتھی بن کر مجھے اس کا ساتھ اگر اپنے چہرے کی روشنی دینے سے ملتا ہے تو میں اندھیروں میں بھی رہ لوں گی۔" اس نے کسی ضدی بچے کی طرح کہا۔

بھابھی کی آنکھوں میں تاسف در آیا۔

"ہاں ساتھی؟" یاسمین کھڑی ہوئی اور سر کو دائیں بائیں جنبش دی۔

"وہ تمہیں ساتھی نہیں بس ایک۔۔۔ایک ایلیٹ کلاس (اعلی کلاس) کی مغرور لڑکی کے طور پر دیکھے گا، وہ سحر کا اصل جاننے کی کبھی کوشش نہیں کرے گا۔" سحر نے لب کاٹے۔

"آپ کو غصہ کس بات کا ہے بھابھی؟" یاسمین اس کے سوال پر حیران ہوئی۔ کچھ پل خاموش رہی اور پھر کہنا شروع کیا۔

"ڈیڈی سے آکر مل لو۔ وہ کل صبح ہی آگئے تھے اور تم ان سے ابھی تک نہیں ملی۔"

"مجھے کسی سے نہیں ملنا" یاسمین کی باتوں نے اس کو بہت مضطرب کر دیا تھا۔

"وہ کسی نہیں ہیں تمہارے ڈیڈی ہیں سحر۔" یاسمین حیران ہوئی۔

"ڈیڈی۔" سحر نے بد دلی سے سر جھٹکا۔"جن کا تعلق بس کام سے ہی ہے۔اولین کام بس اور صرف پیسہ کمانا۔"

"مجھے لگتا ہے تم اپنے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھی ہو۔اس حارث نامی بلا نے تمہاری سوچنے کی صلاحیت مفلوج کر ڈالی ہے۔"

"تو پھر ختم کردیں اس سے میرا تعلق۔" اس نے رندھی ہوئی آواز میں بوجھل دل سے کہا۔خزاں کے پتے گلے سے ہوتے ہوئے یہ بات سن سیدھا دل میں چبھے تھے۔اس نے الماری کا دروازہ بند کرنے کے لیے سلائیڈ کیا تو دروازہ آگے کی جانب بڑھتا چلا گیا۔

"ہنہ! جیسے میں جانتی نہیں ہوں تعلق ختم ہوا تو تم کہاں ملو گی؟" یاسمین نے دروازے کی طرف قدم بڑھائے اس کا موڈ آف ہو رہا تھا۔

"کہاں ملوں گی؟" سحر کا لہجہ اور چہرہ بدل سا گیا۔آنکھوں میں اس سوال کے جواب کی سناشائی امڈ آئی تھی۔

”قبر میں۔“اس نے بنا پلٹے سفاک جواب دیا اور دروازہ کھول باہر نکل گئی۔

سحر کا چہرہ نہیں بدلا، شاید وہ اپنے سوال کا جواب جانتی تھی۔پھر وہ ہنس دی اس نے یقیناً یاسمین کے اس سفاک اندازے کا برا نہیں منایا تھا۔

کمر کو الماری کی پشت سے ٹکائے اس نے گھٹنوں کو خود سے قریب کیے ہاتھوں کو ان کے گرد باندھا اور چہرہ اس پر ٹکایا۔دونوں طرف سے بال بھی آگے کو گرے اس بار اس نے ان کو پیچھے کی جانب نہیں جھٹکا تھا۔

”اللہ آپ سب کر سکتے ہو، پلیز مجھے حارث دے دیں میں اس کی قدر کروں گی، آئی پرامس (میں وعدہ کرتی ہوں) اس کی بہت قدر کروں گی۔اس کو میری حقیقت بنے رہنے دیں، وہ میرے لیے سیراب تو کبھی نہ بنے، پلیز اسے مجھے دے دیں۔پلیز اللہ میں وعدہ کرتی ہوں اس کے بعد آپ سے اور کچھ نہیں مانگوں گی۔پلیز اس کا دل میرے لیے موم کر دیں پلیز۔وہ میری حقیقت بن جائے بس حقیقت۔“

آواز نمی میں گھلنا شروع ہوئی، آہستگی سے بے حد آہستگی سے آنسو گالوں پر پھسلے۔وہ بنا آواز اب کچھ بول رہی تھی۔اسی رفتار سے پانی کی بوندیں ہوا کا رخ کھڑکی کی جانب ہونے کے باعث اندر

کو کو لپکنا شروع ہوئیں۔لاہور میں اب بارش ہونا شروع ہوچکی تھی۔بلکل اس کی چھوٹی بھوری آنکھوں سے نکلتے ہوئے آنسوؤں کی مانند۔دھیمی اور آہستگی سے۔خزاں میں جھڑنے والے پتے اب دل میں جذب ہورہے تھے۔

"آہ!آخر کوئی سمجھتا کیوں نہیں تھا کہ حارث اس کے لیے کیا تھا؟کیا ہے؟اور کیا بن گیا تھا؟"

پریا سمین سے ہوئی بحث نے اسے واقع ہی ایک بات سمجھادی تھی۔

"اس سے جڑا تعلق اس کے لیے "زندگی" تھا۔اور اس سے تعلق ٹوٹ جانا مطلب موت"نری موت۔"

☆☆☆

سب جھوٹ تھا سب فریب،اس کے گھر والے اتنے معصوم اور بھولے تھے کہ کبھی اس کے جھوٹ کو نہ پکڑ سکے اور فرق تو بہت ہی دور کی بات تھی۔حارث رحمان بہن بھائیوں میں دوسرے نمبر پر تھا،پر انداز رویہ گھر کی مضبوط چھت کی مانند،اکھڑ،مگر چھاؤں دینے والا۔مینا رحمان اس کی بڑی بہن جو تین سال قبل شادی کر کراچی میں اپنا گھر بسائے ہوئے تھی۔راحم حا

رث سے چار سال اور ناز سات سال چھوٹی تھی۔راحم میڈیکل کالج میں زیرِ تعلیم تھااور ناز بی ایس لٹریچر کی اسٹوڈنٹ۔راحم کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ اپنے سارے خرچے خود اٹھائے اسی توسط سے اس نے اپنے ہی کالج کے بہت سے فیلوز اور دوستوں کو پک اینڈ ڈراپ دینا شروع کی زیادہ نہیں تو وہ بہت حد تک اپنا خرچہ صاف اور حلال طریقے سے نکال لیتا تھا۔

حارث رحمان اپنے بھائی جیسا نہیں تھا، بظاہر اس نے ایم بی اے کی ڈگری حاصل کی تھی۔پر وہ جانتا تھا یہ ڈگری اور اس سے ملنے والی چند ہزاروں کی نوکری اس کو امیروں والا پروٹوکول تو ہرگز فراہم نہیں کرسکتی تھی۔

اس کو نوکری سے نہیں اس کو پیسے سے پیسہ کمانا تھا وہ بھی بے انتہا اپنے عروج کی حدوں تک والا ۔اور پھر وہ علی کے ذریعے تقریباً چار سال پہلے اس جوے کی غلیظ لت اور دلدل میں خود اپنی مرضی سے پھنسا تھا۔

"اس کا دماغ کس قدر تیز اور نصیب اس معاملے میں کتنا فرمانبردار تھا"اس کا انداز اس کو اس کھیل کی دنیا میں محض تین مہینوں میں ہی ہو گیا تھا۔وہ جاب کب کی چھوڑ چکا تھا، تبسم اور گھر والوں کو وہ بہت آرام سے کسی کینیڈین کمپنی میں لگنے والی جاب کا بتا کر آرام سے مطمئن کر چکا تھا۔

چھ سے رات لگنے والی گیمز میں بڑے سے بڑے بزنیس مین کی طرف سے ان کے دیے ہوئے پیسوں کی طرف سے گیمز لگاتا اور بلار کاوٹ کھیل کچھ منٹوں میں ہی جیت جاتا۔آدھی سے زیادہ رقم جیتنے والوں کو واپس بھیجتا اور خود اپنا منافع رکھتا جو ابھی محض دس لاکھ سے نہیں بڑھا تھا۔

وہ ای ٹی سی(.etc)والی لڑکیاں محض اس سے اسی چیز کی وجہ سے وابستہ تھیں۔ان کے ایسے لوگوں سے تعلق تھے جو ناجائز دولت کو ناجائز طریقے سے بڑھاتے تھے۔اس نے انہیں سالوں میں یہ دکان بنائی تھی اور ایک چھپے ہوئے گوشے کی مانند اپنا گیمنگ زون بنایا جہاں وہ خود بس بیس لاکھ جتنی گیمز لگواتا اور اپنا منافع رکھتا تھا۔پولیس ایک دو بار وہاں پر ریڈ مار چکی تھی۔ لیکن اندھیرے میں جو حارث کو صاف بتاتا تھا کہ وہ بس اس چھپے ہوئے گوشے سے اپنا حصہ چاہتے ہیں ۔

دکانیں اس وقت کھلی ہوئی تھیں،وہ دکان غالباً باہر سے گیمنگ زون اور مختلف جھولوں کی نمائش کر رہی تھی،اب آہستہ سے نو عمر لڑکوں کے جانے کی وجہ سے خالی ہونا شروع ہو چکا تھا۔اسی دکان کے سب سے اوپر دیکھو تو حارث کا دراز قد سایہ چھت کی دوسری طرف ابھرا ہوا تھا۔گہرا اور سیاہ۔اور وہ انہیں سوچوں میں غرقاں تھا۔

چھت اندھیر تھی بس سیڑھیوں کا دروازہ کھلا تھا اس لیے زرد بتی کی روشنی لمبی سی راہداری کی مانند چھت پر جھلک رہی تھی۔

وہ چپ چپ سا نظروں کو نیچے کیے سڑک پر دوڑتی زندگی کو دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں تکان تھی چہرہ بے تاثر لگتا تھا۔

کچھ ہی پہروں بعد علی دو خاکی لفافے ہاتھ میں تھامے سیڑھیوں سے برآمد ہوا۔ وہ لفافے رکھ دوبارہ سے واپس سیڑھیوں کی جانب بڑھا، پھر کچھ پل بعد وہ دو کرسیاں لیے واپس آیا۔ ان کرسیوں کو حارث سے چند قدم دور رکھ وہ پھر سے سیڑھیوں کی جانب گیا اور تھوڑی دیر بعد درمیانہ سا ٹیبل لا ان دو کرسیوں کے بیچ میں رکھا۔ اس آنے جانے میں اس کو اچھا خاصا سانس چڑھ گیا تھا۔

گردن تک آتے بالوں کو اس نے آدھی پونی میں باندھا ہوا تھا۔ گردن میں سنہری چینیں ویسے ہی جھول رہی تھیں، سیاہ ٹی شرٹ اور سفید ٹراؤزر پہنے وہ لاپرواہ اور بے پرواہ لگ رہا تھا۔ کرسی پر بیٹھ اس نے فون کی ٹارچ آن کر فون کو الٹا میز پر رکھا، تو روشنی کا فوارہ سا اس جگہ کے ارد گرد پھیلتا چلا گیا۔

حارث ویسے ہی کھڑا تھا، سڑک پر بھاگتی ہوئی زندگیوں کو دیکھتے ہوئے چپ چپ سا۔

علی نے لفافہ ایک اپنے سامنے رکھا اور دوسرا دوسری کرسی کے سامنے۔

''مسٹر حارث مجھے بہت خوشی ہوگی اگر آپ میرے ساتھ بیٹھ کچھ تناول فرمائیں گیں۔اس نے گلہ ترکیے کہا اور ایک اچٹتی سی نظر اس پر ڈالی، البتہ دل ٹھا ٹھا بج رہا تھا۔کہ کہیں آج پھر مکہ نہ مار دے، وہ اس دن کی ہوئی بدکلامی کے بعد آج اس پہر اس سے مل رہا تھا۔

''کیوں گیم جیت گئے ہو جو تمہارے ساتھ تناول فرماؤں''اس نے طنز کیا۔ایک تو وہ آؤ دیکھے نہ تاؤ دیکھے طنز بہت کرتا تھا اور وہ طنز بھی ایسا جو اگلے کو تلملا کر راکھ کر دے۔ علی کا منہ کڑوے کڑیلے جیسا ہوا۔

''ہاں میچ تو تب ہوتا جب میں یہاں ہوتا بلکہ وہ کیا کہتے ہیں'' ٹھہر کر سوچا''ہاں میں بھی آپ کی روپوشی کے بعد پتلی گلی سے نکل گیا تھا۔''اس نے خاکی لفافہ کھولا اور اس میں سے سفید بٹر پیپر میں لپٹے بڑے سے زنگر برگر کا نوالہ لیا۔

''پورے پیسے ہارنے سے اچھا تھا میں چند لاکھ جرمانا بھر دیتا۔''اس نے لقمہ چباتے ہوئے بمشکل بتایا۔اور چپس کا دانہ منہ میں بھرا۔

حارث نے چپی سے اس کی بات سنی اور پھر پلٹا اور قدم دھرتے ہوئے کرسی پر بیٹھا وہ ابھی بھی تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

علی نے بغور اس کا جائزہ لیا۔

اپنے آگے پڑے لفافے کو کھولا اور لمبا ساخاکی ہی لفافے میں لپٹا شامی والا برگر نکالا، وہ برگر بہت سادہ تھا۔ علی کے برگر کی طرح نہ اس کے ساتھ چپس تھی اور نہ ہی کولڈ ڈرنک۔

حارث نے معائنہ کر لقمے بھرنا شروع کیے۔ علی نے اپنے لفافے میں سے ٹشو نکالے کچھ اپنے اور باقی اس کے سامنے رکھے پھر اس نے پورا لفافہ چاک کیا اندر کافی چپس تھی جو اس نے ٹیبل کے درمیان رکھی، پھر ایک بوتل اپنے اور اس کے سامنے رکھی، حارث آرام سے لقمے بھر رہا تھا۔ نہ چپس کو دیکھا نہ کولڈ ڈرنک کو۔

اس چپ میں انہوں نے فون کی پھیلی ہوئی روشنی میں برگر ختم کیے۔ پھر حارث کھڑا ہوا اور سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔ علی نے اس کی پشت کو دیکھا اور پھر ختم ہوئی چپس کو جو مکمل طور پر اس نے اکیلے کھائی تھی حارث نے نہ اسے چھوا نہ کھایا۔ اور بوتل بھی ویسی ہی پڑی تھی۔

اس کو کسی بات کا تعجب ہو رہا تھا یا شاید حیرانی وہ خود بھی ٹھیک سے اندازہ نہیں کر سکا۔

"آج کس کی گیم ہے۔؟" حارث کی آواز پر چونکا جواب ٹھنڈی پانی کی بوتل کے گھونٹ بھرتے ہوئے کرسی پر بیٹھ رہا تھا۔

علی اس کو کچھ پل دیکھتا رہا۔

"تم زنگر برگر کیوں نہیں کھاتے؟"

سوال بہت غیر متوقع اور عجیب تھا۔ لیکن حارث چونکا نہ کوئی تعجبیت اس کے چہرے پر لہرائی۔ بلکہ وہ اپنے ازلی انداز میں گہرا مسکرایا۔ ٹھنڈے پانی کی بوتل وہ ختم کر چکا تھا۔ ٹیبل پر بکھیرا ویسے ہی پڑا ہوا تھا۔ فون کی روشنی کسی فوارے کی مانند نکلتے ہوئے یونہی اس بکھیرے کو توجہ کا مرکز بنا رہی تھی۔

"زنگر کیا میں کوئی بھی ایسا برگر نہیں کھاتا جو اس کیٹگیری میں آئے کہ اس کو کھا میں خود کو امیر محسوس کروں۔" وہ مسکرایا۔ عجیب انداز اور عجیب بات تھی کم از کم علی کو تو ایسا ہی محسوس ہوا تھا۔

جانتے ہو تم امیروں کا کیا مسئلہ ہے؟" سوالیہ اور خود شناس سا لہجہ۔

"کیا۔؟" علی نے سوالیہ ابرو اچکائے۔

"تم لوگ ہر شے میں مقابلے بازی کرتے ہو۔ کپڑے سے لے کر کھانے تک کی ضروریات میں تم لوگوں کو صرف اور صرف سب سے بہتر برینڈ چاہیے۔"

"ایک منٹ۔" علی نے ہاتھ اوپر اٹھا اس کو مزید بولنے سے روکا۔ "تم لوگ مطلب پیسے والے بھی انسان ہی ہوتے ہیں۔" وہ زور دے کر بولا۔ "یا تم ان کو خلائی مخلوق سمجھتے ہو۔" ہوا میں ہاتھ جھلائے کہا۔

"ہنہ!۔" اس نے یکدم ہی تلخی سے نفی میں سر جھٹکا۔ "پیسے والے خلائی نہیں مطلبی ہوتے ہیں ،اپنے مطلب کو سب سے اوپر رکھنے والے۔"

علی نے "عجیب بندہ ہے یہ" والی نظر اس پر ڈالی۔

"تو کیا اپنی بہتری کے لیے اپنا مطلب اوپر رکھنا غلط ہے۔"

"نہیں یہ غلط نہیں ہے، لیکن جب تک آپ کے مطلب سے کسی اور کا نقصان نہ ہو۔ تب تک یہ بات واقع غلط نہیں ہے۔" حارث نے بنا تردد سے کہا۔ علی جواباً کچھ پل خاموشی سے اس کو دیکھے گیا۔ جواب میز پر پڑا بکھیرا سمیٹ رہا تھا۔

Clubb of Quality Content

"کیا تم مقابلے بازی کو غلط سمجھتے ہو؟" ایک اور سوال اور حارث کے بکھیڑا سمیٹتے ہاتھ لحظہ بھر کو رکے۔

"سو فیصد۔" ہاتھ پھر سے حرکت میں آئے۔

"کیوں؟" اس کی زبان میں پر کھجلی ہوئی۔

"کیونکہ مجھے اپنے لیے کچھ کرنا ہے وہ جو میری آنے والی نسلوں کو مقابلے بازی میں کسی صورت نہ جتنے دے۔"

پھر وہ کھڑا ہوا علی اس کو خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے آپ کو کہتے سنا۔

"کتنا پیسہ کماؤ گے۔" حارث ٹھہر گیا۔ آنکھیں بند کر کھولیں۔

"اتنا کہ میری نسلیں خود کو کہتے سنیں کے وہ جدی پشتی رئیس ہیں۔" اٹل لہجہ، مضبوط الفاظ اور اندیکھی راہیں۔

"کیا جوے کے پیسے سے خود کو امیر کرو گے۔" علی نے عام سے لہجے میں پوچھا۔ حارث اس کو چندپل دیکھتا رہا۔ اور پھر وہ گہرا مسکرا دیا، چھت پر چلتی ہوا میں اس کے بال بھی لہرائے۔

"میں ہر اس طریقے سے پیسہ کماؤں گا جو ال لیگل ہے (ناجائز) اور اس کو انویسٹ کر کے لیگل (جائز) کروں گا۔" عجیب بندے کی عجیب منطق علی نے لب بھینچے مسکراہٹ روکی وہ واضح متاثر ہوا۔ ہاں اس تکنیک سے وہ واضح متاثر ہوا تھا۔

"اس دن کی بات کے لیے سوری میرا تمہاری ذاتیات میں دخل اندازی کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ بس پتا نہیں۔۔ ایک پل کو رکا "بٹ سوری میں آئندہ سے احتیاط کروں گا۔" گہری سانس بھر اس نے محتاط الفاظ کا چناؤ کیا۔

حارث نے کچھ نہیں کہا لیکن آنکھوں کے سامنے روشن چہرہ اور گلابی نگینے لہرائے۔ علی اپنے دھیان اب کرسی اور میز اکٹھا کر رہا تھا۔

"میں ان لڑکیوں سے واقع ہی کام کے سلسلے میں ملتا ہوں۔" وہ جیسے خود کو تسلی دے رہا تھا۔

"بس مجھے غلط کھیل پسند ہیں اس طرح کے کام نہیں۔" حارث نے اس کو وضاحت دی، اور اس سے بھی بھر کر خود کو۔

"جس لیے مرضی ملو مجھے کیا؟" وہ اچانک ہی تڑخا۔ غالباً اس کو وہ مکا یاد آگیا تھا۔

Clubb of Quality Content

حارث چند پل اس کو دیکھتا رہا پھر اس تک آ،اس کے کندھے پر بازو پھیلا اس کو لیے سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔

"سوری۔"

"کیا؟" علی نے کان کھجائے جیسے سننے میں مشکل پیش آ رہی ہو۔

"حارث نے اپنی ٹھوڑی کھجائی۔" اس نے دن تم پر ہاتھ اٹھایا اس کے لیے سوری۔"

وہ مکا مارنے پر معذرت کر رہا تھا۔ علی کی آنکھیں چمکیں۔اس نے بھی بازو اس کے کندھے پر پھیلایا۔

"تمہیں مجھے مارنے کا افسوس ہے" علی نے جھک کر پوچھا۔حارث کی آنکھیں مسکرانے کے انداز میں سکڑیں۔

"رتی بھر بھی نہیں۔" انگھوٹھے اور انگلی کی پور کو ملا کر کہا، علی کے کندھے فوراً سے پہلے خفگی سے ڈھلکے۔

"تو سوری کیوں؟" وہ جھلایا اور کندھے سے بازو کو ہٹا رکا، حارث بھی آنکھیں گھما ٹھہرا۔

''تم پر ہاتھ اٹھایا ہے اس بات پر سوری پر جس کی وجہ سے اٹھایا اس پر افسوس نہیں۔'' علی کی آنکھیں بیزاری سے چندھیائیں۔ عجیب سر پھرا ہے یہ شخص بات تو ایک ہی ہوئی ناں۔

''اچھا اچھا'' پھر سے ہوا میں ہاتھ جھلایا۔ ''اب اگر میری معافی چاہتے ہو تو چلو پھر میچ کھیلو میرا ورنہ معافی نہیں دوں گا، حقوق العباد معاف نہ ہوا تو سیدھا جہنم میں جاؤ گے۔'' اس نے دھمکی دی اور آنکھیں بھی دکھائیں۔ حارث نے برا نہیں مانا وہ ہنس دیا۔

''ارے آپ ہنستے بھی ہیں۔''

''ہاں جب موڈ ہو تو ہنس پڑتا ہوں، تمہیں کوئی تکلیف۔'' وہ اپنے سنجیدہ انداز میں پھر سے لوٹتے ہوئے بولا۔

ارے نہیں مجھے بھلا کیا تکلیف بس تم موڈ نہ خراب کرو یونہی ہنسنے والا موڈ رکھو اور مجھے جتادو۔'' اس نے رسانیت سے اسے پچکارا۔

''ٹھیک ہے آؤ آج جیتتے ہیں۔'' وہی خود شناس اور بے پرواہ لہجہ ''آج میرا موڈ ہے۔''

''بس ایک اور بات کا جواب دے دو۔'' علی نے بازو سے پکڑ اس کو روکا۔حارث نے سر کی جنبش سے اس کو سوال پوچھنے کی اجازت دی۔

''بس اس کی وجہ سے دوسرے کو مارتے ہی رہو گے یا اس کے ساتھ گھر بھی بسانے کا ارداہ ہے۔''علی نے خفگی کو ایک جانب رکھ سنجیدہ چہرہ بنایا۔اور اس نے دانستہ طور پر سحر کا نام نہیں لیا تھا۔

مگر حارث ایک پل کی دیری سے پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ ''اس'' سحر جبین تھی۔

''علی۔۔''اس نے نفی میں سر ہلائے علی کو ٹالنا چاہا۔

''میں سنجیدہ ہوں حارث۔''اور وہ اصل میں ہی سنجیدہ تھا۔جیسے وہ چاہتا ہو حارث اپنا گھر بسانے کے لیے یہ بازی جیت جائے۔

مگر حارث کو اپنے کندھوں پر ڈھیروں ڈھیر بوجھ آن پڑتا محسوس ہوا۔

''ہاں بساؤں گا۔''علی نے اس کے گلے میں گلٹی کو ابھرتے اور پھر معدوم ہوتے دیکھا۔

''کس کے ساتھ؟''وہ غالباً اس کے محض ''ہاں بساؤں گا'' سے مطمئن نہیں ہوا تھا۔

حارث نے اس کو اب کے بے تاثری سے دیکھا۔لیکن علی کے چہرے پر وہی سنجیدگی طاری رہی۔

گلے میں گلٹی پھر سے ڈوب کر ابھری، جانے کیوں وہ مضطرب ہوا تھا اس سوال پر؟

”اپنے ماموں کی بیٹی کے ساتھ۔“

اس کے کندھے سے بازو ہٹا اور اس کی جانب ایک پل کے لیے بھی تکے بغیر وہ آگے بڑھا۔

”ماموں کی بیٹی۔“ پیچھے وہ زیرِ لب بڑبڑایا۔ پھر اس کی آنکھیں چمک سی گئیں۔”ارے ہاں وہ (سحر) اسکے ماموں کی بیٹی ہی تو تھی۔“ دل خوش ہوا چلو کوئی کام تو یہ سر پھرا آنے والی زندگی میں صحیح کرے گا۔

علی بھی تیزی سے پیچھے لپکا۔ بلکل آسمان پر پھیلی سیاہی کی مانند جو بظاہر آہستہ مگر اپنے عقد میں ٹھہری تیزی سے رات کے پہروں میں داخل ہو رہی تھی۔

☆☆☆

شیف کے لباس میں ایک مرد ٹرالی گھسیٹے اس حصے میں داخل ہوا تو ان کے درمیان باتوں کی گفتگو کے الفاظ بخوبی سنائی دینا شروع ہوئی۔

”آفاق صاحب سے ملاقات ہوئی تمہاری؟“ نواز نے ٹوسٹ پر جیم لگاتے ہوئے نعیم سے پوچھا۔

"نہیں وہ ان دنوں اپنے بیٹے کے پاس گئے ہوئے ہیں، ان کا اسسٹنٹ کہہ رہا تھا کہ پچیس تاریخ کو واپسی ہو گی۔" اس نے جگ میں سے نارنجی رنگ کا جوس گلاس میں انڈیلا۔ ڈائننگ ہال کافی طویل تھا۔ دوسری جانب صوفے تھے اور درمیان میں بھاری پردے لٹک رہے تھے۔

"ہوں۔" انہوں نے ایک طرف اپنے نزدیک پڑے آئی پیڈ پر نظر ڈالتے ہوئے ہنکارا بھرا۔

"ڈیڈی، وہ سحر کے رشتے کے بارے میں کیا سوچا ہے آپ نے؟"

اس نے دیکھا نواز صاحب چونکے، اور پھر ان کے چہرے کا رنگ بدلا۔ پھر انہوں نے لفظ تولنے کی سعی شروع کی، وہ ایک پل میں ہی ان کیفیت کو نام دے گیا تھا۔

"میراب ہر لحاظ میں بہت اچھا ہے اور فیملی کو بھی ہم جانتے ہیں ایک آئیڈیل رشتہ ہے" ایک پل کو ٹھہرا۔ "یا آپ باتوں میں ہوئی منگنی کو لے کر پھپھو کی طرح آج بھی سیریئس (سنجیدہ) ہیں؟" آخر میں کہتے ہوئے لہجہ خشک ہوا۔

"ڈیڈی۔" اس نے نواز کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ اس کی سیاہ آنکھیں ان کی سوچ جاننا چاہ رہی تھیں۔

"نعیم، حارث اور اس کی بات پکی ہے۔ میں کیسے کسی رشتے کو دیکھ سکتا ہوں۔" انہوں نے کچھ دیری سے کہا۔

نعیم نے نیپکن سے لب تھپائے۔

"پر آپ تو مجھے اس رشتے کے رائٹ (حق) میں بھی نظر نہیں آتے۔" وہ ان کی ان دیکھی سوچوں کو نام دے گیا۔

"بیٹی کا باپ ہوں ایسے ہی کسی کو بھی اٹھا کر اپنی بیٹی دے دوں۔" نواز کے لہجے میں خفگی شامل ہوئی۔

"ڈیڈی سحر کے لیے اچھے رشتے آتے ہیں لیکن ظاہر ہے آپ پہلے ہی پھپھو کے ساتھ سب طے کر چکے ہیں تو پھر آگے لے کر چلیں اس بات کو۔"

"آ گے۔" وہ ہلکا سا بڑبڑائے۔

"ظاہر ہے جب اور کسی کی طرف اس باتوں ہی باتوں میں ہوئی منگنی کو لے کر اتنا سیریئس ہیں تو کچھ تو فیصلہ کرنے پڑے گا ناں آپ کو حارث اور سحر کے متعلق۔"

لیکن مجھے حارث کچھ ٹھیک نہیں لگتا اس کا انداز بات کرنے کا طریقہ مجھے الجھاتا ہے۔اور میں جھوٹ نہیں کہوں گا میں اس کی باتوں کا جواب بھی واضح طنز سے دے پاتا ہوں۔مجھے وہ خود سے بدگمان لگتا ہے اب سے نہیں جب سے وہ چھوٹا تھا تب سے ہی، وہ مجھ سے سلام لینا بھی پسند نہیں کرتا ہے۔ایسے میں۔۔میں کیا؟“

وہ تفصیل سے خاصا ٹھہر ٹھہر کر کہہ رہے تھے۔

”میں تبسم کو منع بھی نہیں کر سکتا۔مگر مجھے یہ بھی لگتا ہے کہ سحر حارث کے ساتھ ایڈجیسٹ نہیں کر پائے گی، لیکن۔۔۔“نعیم بہت غور سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔تب ہی یاسمین کے ساتھ سحر دروازہ دھکیل اندر داخل ہوئی۔یاسمین سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھی اور سحر نے بھی سفید ہی سلیولیس قمیض اور ہم رنگ شلواز پہنی ہوئی تھی۔

نواز اور نعیم کے بیچ ہوتی گفتگو کسی ادھورے راز کی طرح ادھوری ہی رہ گئی۔

سحر کا چہرہ اجلا اجلا تھا، پر آنکھیں سوجی ہوئی۔یاسمین اور وہ ساتھ ساتھ والی کرسیوں پر بیٹھیں۔

"مجھے لگا سحر جبین صاحبہ سے ملنے کے لیے اب مجھے اپوائنٹمنٹ (ملاقات کا وقت) لینی پڑے گی۔" بیٹی کو دیکھتے ان کا لہجہ خوشگوار ہوا۔ نعیم اور یاسمین بھی ایک دوسرے کو دیکھ مسکرائے۔ سحر کا الجھا چہرہ بجھا۔

چھوٹے بالوں کو کندھے کے پیچھے جھٹکا تو نواز کو گلابی نگینوں کی جھلک دکھی۔

"آپ سے ملنے کے لیے اپوائنٹمنٹ لینا پڑتا ہے ڈیڈی، مجھ سے نہیں" وہ خفا دکھتی تھی۔ نواز آنکھوں میں نرم سی نرمی لیے اس کو دیکھتے رہے۔

"پتا ہے جب میں شمش کے پاس یا کہیں آؤٹ آف سٹی (باہر کی جگہ) جاتا ہوں تو کسے مس (یاد) کرتا ہوں"

Clubb of Quality Content

"اپنے آفس کو۔" سحر نے فوراً سے پہلے کہا۔

وہ ہنس دیے۔ یاسمین نے ٹوسٹ اپنی اور سحر کی پلیٹ میں رکھنا شروع کیا۔

سحر نے ٹوسٹ اٹھایا اور دانتوں سے کترا۔ نعیم غور سے سحر کو دیکھ رہا تھا۔

"ایسا نہیں ہے بچے۔ تم میرے لیے سب سے پیاری اولاد ہو۔ میرا سارا ٹائم اپنی اولاد کے لیے ہی ہے۔" سحر کا ٹوسٹ چباتا جبڑا رکا نعیم کو دیکھا جواب آنکھوں میں تنبیہ لیے اس کو باز رہنے کی کو کہہ رہا تھا۔

"آپ کے ٹائم کا نہیں پتا ڈیڈی۔ لیکن میں دس سال، سات مہینے اور آج کا دن ملا کر محض چھبیس دن آپ سے مل سکی ہوں۔ مل نا بھی کیا صرف آپ کی جھلک دیکھ سکی ہوں۔"

اس نے جوس کا گلاس لبوں سے لگایا۔

"جبین۔" نعیم نے اس کو باز رہنے کی تنبیہ کی۔

"میرے پچپیں سالوں میں سے اس وقت کو نکال دو تو آپ کہیں بھی نہیں ہیں۔" اس نے گہری سانس لی۔

"سحر۔۔" نعیم نے اس کو پھر سے ٹوکا، تو نواز نرمی سے کہہ اٹھے۔

"بیٹیاں جب کوئی بات کر رہی ہوں تو ان کو ٹوکتے نہیں ہیں نعیم، میری بیٹی مجھ سے بات کر رہی ہے جیسے بھی کرے مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔"

نعیم نے گہری سانس بھری۔ ''کیا کروں'' والی نظروں سے یاسمین کو دیکھا جس نے جواباً کندھے اچکا دیے۔

''اور کوئی شکایت آپ کی۔'' انہوں نے آنکھوں پر نظر کا چشمہ ٹکایا۔

سحر نے شیشے کی سطح پر ہاتھ پھیرا۔اس نے لب ،اب کہ آنکھیں بھی دھندلا نا شروع ہوئیں۔ایک تو اس کو رونا بہت آتا تھا۔پر وہ خود ہی آجاتا تھا،لوگ نہ جگہ اس کے آنسو گالوں پر پھسلتے ہوئے کچھ دیکھنے کے پابند نہ تھے۔

''مجھے مما کی بہت یاد آتی ہے،ان کی جب ڈیتھ ہوئی آپ گھر پر نہیں تھے،آپ نے ان کا لاسٹ ٹائم منہ بھی نہیں دیکھا،'' گلا بھاری پڑ نا شروع ہوا کوئی نسوں کو کھینچتا ہوا گولہ گلے میں ابھر رہا تھا۔''آپ نے شمش بھائی کو بھی باہر سیٹل کروا دیا۔نعیم بھائی کے پاس بھی میرے لیے ٹائم نہیں،آپ سارا دن آفس میں الجھے رہتے ہیں،بھابھی نہ ہوتی تو میں پاگل ہو جاتی۔''

وہ شیشے کی سطح پر انگلی پھیر رہی تھی۔لہجے میں نمی تھی اور اس نمی نے نواز کا دل دبوچ ان کے پر سکون چہرے پر دراڑ ڈالی۔

"کیا پیسہ اتنا ضروری ہے آپ کے لیے، سب کچھ تو ہے بابا آپ کے پاس، ہمارے پاس" سحر نے براہ راست ان کے چہرے کی اور دیکھا پھر نظروں کا رخ بدل اس نے جوس کو لبوں سے لگایا۔ آنسوؤں کا گولہ وہی پر اٹکا رہا۔ نواز اس کو دیکھتے رہے، نعیم مضطرب انداز میں اب ناشتہ کر رہا تھا۔

"پیسہ ہوگا تو میں تمہاری ہر خواہش کو پورا کر سکوں گا۔" بہت دیر بعد انہوں نے کہا۔

"غلط پیسہ میری کوئی خواہش پوری نہیں کر سکتا، اور ہر خواہش تو بلکل نہیں" سحر نے تیزی سے کہا۔

آنکھوں میں پیاری ٹھوڑی والے کا چہرہ لہرایا۔ یاسمین نے چہرے کا رخ اس کی جانب کیا۔ گفتگو کا مدار کسی اور رخ جا رہا تھا۔

"اچھا ایسی کیا خواہش ہے جو تمہاری پوری نہیں ہوئی۔" لہجہ ابھی بھی میٹھا تھا۔ نواز جیسے اپنے سوال سے کچھ جاننا چاہ رہے تھے۔ سحر نے چہرہ ان کی جانب کیا۔ آنکھیں اور گلہ بھر آیا۔ پیار بھری نظروں سے دیکھتے نواز اس گولے کے پیچھے چھپ سے گئے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میری خواہش ہے مما مجھے واپس مل جائیں،"نواز کی رنگت کی متغیر ہوئی۔ نعیم کا چہرہ بھی کچھ اس طرح کا ہوا، یاسمین نے لب کاٹے۔ واقع ہی گفتگو مدار سے باہر نکل چکی تھی۔

سحر دھندلی آنکھوں کے پار ان کا چہرہ نہیں دیکھ سکی پر اس نے کہنا جاری رکھا۔

"مجھے کچھ لوگوں کی محبت ملنے کی خواہش ہے،"آواز بھاری ہو رہی تھی۔ یاسمین کا دل ڈوبا نعیم نے بھی اس کو چونک کر دیکھا۔

"کیا پیسہ میری یہ خواہش پوری کر سکتا ہے۔"دھند شفاف رخساروں پر پھسلی۔ نواز نے چہرہ کا رخ پھیرا۔ یاسمین نے ٹشو نکال اس کی جانب بڑھائے۔

"مجھ سے کوئی پیار نہیں کرتا، مما کرتی تھیں، وہ مجھے پہلے ہی چھوڑ کر چلی گئیں۔ میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں اپنی پوری فیملی سے کرتی ہوں، پر مجھ سے کوئی پیار نہیں کرتا، بس پیسہ پیسہ پیسہ۔"اس نے دونوں ہاتھ چہرے کے آگے کیے رونا شروع کر دیا۔"سب مجھ سے میرے پیار کرنے کی وجہ پوچھتے ہیں، میرے ریزن (وجہ) کوئی نہیں سمجھتا، مجھ سے کوئی پیار نہیں کرتا۔"

وہ خود ترسی کا شکار لگ رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

یاسمین نے فوراً سے پہلے سحر کو اپنے ساتھ لگایا۔ معاملہ عجیب سا ہو گیا تھا۔ حال احوال سے بات نجانے کہاں چلی گئی تھی نعیم بھی اپنی جگہ سے اٹھ اس تک آیا۔ نواز نے سحر کو یوں روتے دیکھ کوئی خاص ردِ عمل بظاہر ظاہر نہیں کیا۔ البتہ دل کچوکے کھا رہا تھا اور آنکھیں پر سوچ تھیں۔ پھر وہ اٹھے اور بغیر کسی اور کی جانب نگاہ ڈالے باہر نکلے۔

"سحر۔" نعیم نے دونوں کندھوں سے تھام اسے کھڑا کیا۔ یاسمین اس کی پیٹھ سہلا رہی تھی۔ دونوں کا چہرہ تفکر سے پر تھا۔

نعیم نے اس کو دونوں بازوؤں کے حصار میں لیے اپنے ساتھ لگایا۔

"اچھا چپ، رو نہیں مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے۔" اس نے لجاہت سے کہا، سحر کی ہچکیاں بلند ہو رہی تھیں۔ چہرہ کے آگے دونوں ہاتھ ویسے ہی بندھے تھے۔

"سحر مجھے بتاؤ؟" نعیم نے اس کے بال چھوئے۔ سحر کا دل کچھ اور بھر آیا۔

"مجھے مما کی یاد آرہی ہے، آج ان کی ڈیتھ ہوئی تھی اور آپ میں سے کسی کو بھی یاد نہیں۔ ڈیڈی کو بھی نہیں آپ کو بھی نہیں شمس بھائی کو بھی نہیں۔" اس نے بے ربطگی سے جملہ پورا کیا

۔اور نعیم کو لگا اس کا سانس ٹھہر گیا ہو۔یاسمین کو دیکھا جو اس کو کچھ افسوس سے دیکھ رہی تھی۔ نعیم نے اس سے خو مخواہ ہی نظریں چرائیں۔

”مجھے مما کی قبر پر جانا ہے بھائی پلیز مجھے وہاں لے جاؤ۔“اس نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹا نعیم کو دیکھا، گیلا چہرہ سوج کر بجھی ہوئی چھوٹی آنکھیں۔ نعیم کی آنکھوں میں بھی نمی چمک سی آئی۔

”کیا آپ کو یاد تھا؟“سحر نے یہ بات بہت دقت سے پوچھی تھی۔اور پھر اس نے نعیم کو نظریں چراتے دیکھا۔

”آپ بھی بھائی جیسے ہیں، شمش بھائی بھی اور ڈیڈی صرف پیسے سے محبت کرنے والے۔“ وہ اس سے دور ہٹی اور آنکھوں کو مسلتے ہوئے باہر نکلی۔

Clubb of Quality Content

نعیم اس کو روک سکا نہ اس کا ہاتھ تھام سکا۔یاسمین بھی سحر کے پیچھے لپکی۔

کچھ تھا جو نعیم کو بہت برا لگا تھا، شاید اپنی ماں کی موت کا دن بھول جانا۔اس نے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

موت تو واجب ہے لیکن مرے ہوئے لوگوں کو ان کی موت کے بعد یوں بھول جانا۔دل نے بری طرح پہلو بدلا۔

"کیا پیسہ سب کچھ آپ کو بھلا دیتا ہے، کیا پیسہ اتنا ضروری۔" اس نے سب کے ادھ ادھورے چھوڑے ہوئے ناشتوں کی پلیٹس کو دیکھا، مختلف قسم کے کھانے اور نت نئے لوازمات، اس کی بھوک بھی اڑنچھو ہوئی۔

پیسہ! کیا پیسہ اس کے لیے بھوک خرید سکتا تھا۔؟ جواب آیا چاہے تم امیر ہو یا غریب پیسہ بھوک نہیں خرید سکتا۔

آخر ایسی کونسی کشش ہے پیسے میں جو سب کچھ بھولا دیتی ہے۔؟

اس کا دماغ پیسے کے بارے میں تانے بانے بننا شروع ہوا۔ آنکھیں اور بدلا ہوا رنگ لیے پھر وہ پردے کے پیچھے سیٹ کیے صوفوں کی جانب بڑھا۔ وہ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ ملال اس کے چہرے سے صاف عیاں ہو رہا تھا۔

☆☆☆

دھاڑ دھاڑ دروازہ پیٹتی ناز بہت خفا لگ رہی تھی۔ اور جس کا دروازہ وہ بجا رہی تھی وہ حارث کا کمرہ تھا۔

”ناز، کیوں ادھم مچا رہی ہو۔“ راحم کی سنجیدہ آواز پر اس نے چہرہ پھیرا۔ وہ صاف ستھری پینٹ شرٹ پہنے نکھرا سا صوفے پر بیٹھا بائیلوجی کے کسی مضمون پر مبنی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔

”ادھم مچے گا تو حارث بھائی اٹھیں گے، توبہ ہے پتا نہیں اتنا کیسے سو لیتے ہیں۔“ اس نے خفگی سے کہتے پھر سے دروازہ پیٹا۔

”صبح وہ جلدی چلے گئے تھے اسٹوڈنٹ کو ڈراپ کرنے، اس لیے پھر سو گئے ہوں گے اور تمہیں کیا آفت آئی ہوئی ہے ان کو جگانے کی جب اٹھنا ہو گا خود ہی اٹھ جائیں گے۔“

”مجھے نہیں ممی کو کوئی آفت آتی ہے، بھلا میں کوئی الارم کلاک ہوں جب دیکھو، حارث کو اٹھاؤ، حارث کو اٹھاؤ۔“

وہ اپنی لمبی بازوں کی گلابی آستیوں والی قمیض کو جھاڑتے ہوئے صوفے پر اس کے ساتھ بیٹھی۔ انداز ہنوز خفا۔

گھنگریالے لمبے گیلے بال کھلے ہوئے تھے۔

راحم کی نظریں کتاب پر تھیں، اس نے سن کر بھی ان سنا کیا۔ ناز اب ہتھیلی تلے ہاتھ ٹکائے کچھ سوچ رہی تھی۔

''تم کتنی محنت کرتے ہوں راحم، پڑھتے بھی ہو اور یوں پک اینڈ ڈراپ سروس بھی چلاتے ہو۔''

راحم اس کی بات پر اب کہ ہنسا، ''محنت کیا پتھر توڑتا ہوں۔'' گویا اس کے تعریفی کلمات کو ہوا میں اڑایا۔ ''محنت کروں گا تو آگے بڑھوں گا اور پھر میں بیس سے اوپر ہوں اب خود کا خرچہ اٹھانا ہمیں اسی عمر سے سیکھنا شروع کر دینا چاہیے میں بھی یہی کوشش کر رہا ہوں۔'' اس نے کتاب بند کر ٹیبل پر رکھی۔

''آج تمہارا لاسٹ پیپر تھا اور تم پھر سے پڑھ رہے ہو۔'' وہ ملول سا تاثر لیے بولی۔

''ریڈنگ کر رہا ہوں تا کہ اگلے سمیسٹر تک دماغ میں سب کچھ ہلکا ہلکا بیٹھنا شروع ہو جائے۔'' ناز نے محض سر ہلا دیا۔

''بس تم جلدی سے ڈاکٹر بن جاؤ۔'' ناز نے اس بار چہک کر کہا۔

''وقت کے ساتھ بنوں گا، وقت سے پہلے تو نہیں بن سکتا۔''

''وہی کہا ہے میں نے۔'' ناز نے ناک چڑھائی۔

''مجھے بھی ایک انگلش کے لیکچر کے لیے جاب آفر ہو رہی ہے کر لوں۔'' وہ اجازت نہیں مشورہ مانگ رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

"کروں یہ تو اچھی بات ہے۔ نہیں تو یہ بی ایس لٹریچر تم مکھیاں جھاڑنے کے لیے کر رہی ہو، پڑھائی کو پڑھائی کے دوران بھی یوٹیلائیز کرنا چاہیے۔" راحم نے اس کو نرمی سے لتارا۔ تو ناز نے ناک چڑھائی۔

"میں اور ممی نواز ماموں کی طرف جارہے ہیں، تم چلو گی؟"

"کیوں نہیں۔" وہ جلدی سے کہہ بیٹھی۔ "میں ابھی تیار ہو کر آئی۔" وہ خوشی سے جگ مگ کرتا چہرہ لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ راحم نے صاف اس پر ارے ارے والی نظر ڈالی۔ ناز جاتے جاتے پلٹی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بھابھی کو کال کردو۔" وہ ہدایت دیتی زینوں پر پیر دھڑے آگے بڑھی۔

"پہلے ہی کر چکا ہوں۔" راحم نے آنکھیں گھمائیں۔

"اوکے اوکے، میں بس آئی۔" اس کی آواز اوپر سے نیچے آئی۔ راحم نے ایک مرتبہ پھر سے کتاب اٹھائی اور ورک گردانی کرنا شروع کی۔

کچھ پلوں بعد حارث کے کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ باہر نکلا، چہرہ سپاٹ تھا مگر نکھرا ہوا، غلافی آنکھیں خمار آلود، چھوٹے گھنگریالے بال گیلے تھے اور وہ گھر کے عام سے ٹراؤزر اور شرٹ میں ملبوس تھا۔

"ناز لیموں پانی لے کر آؤ۔" اس نے سو کر اٹھنے کے باعث بھاری ہوئی اونچی آواز میں سیڑھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

راحم نے پھر سے کتاب بند کی "دیسی فیملی اور ان کے بیچ بیٹھ کر پڑھنا ناممکنات میں سے ہے۔"

حارث صوفے پر بیٹھا اب فون پر انگلیاں چلا رہا تھا۔ بالوں کو ہاتھ کی مدد سے سلجھاتے ہوئے پیچھے کیا۔

"پیپر کیسا ہوا۔" آواز ابھی بھی خاصی بھاری تھی۔

"لائیک آلویز۔ (ہمیشہ کی طرح)" راحم نے خوش ہو کر بتایا۔

"مطلب برا۔" اس نے بازو کی قینچی بنا سر کے پیچھے رکھ صوفے سے ٹیک لگائی۔ راحم نے واضح برا منایا۔

"آپ ہر چیز میں سے اپنا مطلب کیسے نکال لیتے ہو۔"

"میرا تو کوئی مطلب نہیں تھا، تمہارے آل ویز کو بس ڈیکوڈ کیا ہے۔" حارث نے ابرو اچکائے۔

"اور یہ دروازہ کس کو بجانے کی تکلیف ہو رہی تھی۔" حارث کا انداز بدلا۔

"چلتے پھرتے آلارم کلاک کو۔"اس نے صاف گوئی سے کہا۔

حارث نے گہری سانس بھری۔ چلتا پھرتا الارم کلاک مطلب نازبی بی۔ پھر اس نے آنکھوں کو موندا۔

"وہ ہم" راحم نے گلہ تر کیا۔ "ماموں کی طرف جارہے ہیں چلیں گے آپ۔" راحم نے حارث کے چہرے پر بے تاثری گھلتی دیکھی۔

"نہیں موڈ نہیں ہے میرا۔"اس نے آنکھیں کھول بغیر اس کی جانب دیکھ کہا۔ راحم نے محض سر ہلایا۔

"کیا انہوں نے تمہیں بلایا؟" سنجیدہ سا سوال حارث کی جانب سے آیا

" بلایا نہیں ،وہ مامی کی برسی ہے ناں سحر آپی اداس ہوں گی تو ہم بس ان سے ملنے جارہے ہیں۔" راحم نے تفصیل بتائی۔

"اداس۔" اس نے ہنکارا ابھرا"امیر لوگوں کا کوئی بھی مر جائے تو وہ اس کی مرگ کو بی فیسٹیول (تقریب) کے طور پر مناتے ہیں، یہ تو پھر برسی ہے ،مامی کو فوت ہوئے اتنے سال گزر گئے ہیں، وہ لوگ اداس تو چھوڑو ان کو یاد بھی نہیں ہو گا کہ آج کے دن ان کا کوئی فرد دنیا سے گیا تھا۔"

وہ خاصے گہرے طنز کر رہا تھا۔راحم کی آنکھیں عجیب سی ہوئیں۔

"اور ویسے بھی کسی کے گھر بغیر اجازت نہیں جاتے ،اور امیر لوگوں کے تو بلکل بھی نہیں۔"

حارث نے بظاہر عام لہجے میں اس کی طرف دیکھ کہا، لیکن یہ بات عام نہیں تھی، وہ بات سن چپ سا ہوا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"امیر ہوں یا غریب وہ ہمارے اپنے ہیں، اور اپنوں کے گھر بغیر بتائے بھی چلے جاؤ تو کوئی مسئلہ نہیں، اور وہ لوگ ہم سے ہمیشہ خلوص سے ملے ہیں۔اور ماموں ہمارا اتنا خیال بھی تو رکھتے ہیں" راحم نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

"ہاں بلکل خیال رکھ کر لوگوں کا حصہ کھاتے ہیں۔" اس نے اس قدر طنز یا انداز میں کہا تھا کہ راحم پہلو بدل کر رہ گیا۔

"ہر انسان کی منفی صفت بھی ہوتی ہے، آپ کی بھی ہے میری بھی ہے،" اپنے تعین بردبانہ انداز میں اس سر پھرے کو سمجھانا چاہا۔

"مثلاً کیا منفی صفت ہے میری۔" اس نے اپنی تھوڑی کو کھجایا انداز ٹھنڈا ہوا۔ راحم مسکرا دیا۔

"آپ لوگوں کو ایک ہی پوائینٹ (نقطے) سے دیکھتے ہیں، اور اسی پوائینٹ کو لیے چلتے ہیں، آپ چیزوں کا فرق نہیں کر پاتے،" ایک دو لمحے ٹھہرا ، کھوجتی نگاہوں سے اس کو دیکھا جس کی آنکھیں اب چندھیا چکی تھیں۔

"ٹھیک ہے ماموں نے کھالہ اور ممی کا حصہ استعمال کیا اور اسی سے اپنا بزنس سیٹ اپ کیا، لیکن وہ حصہ واپس بھی کر چکے ہیں، ابا کی وفات کے بعد انہوں نے ممی کا کتنا ساتھ نبھایا۔ یہ بھی تو سوچیں۔"

"اب یہ کہہ دو میرا دماغ ہی نہیں ہے اس لیے بس منفی باتیں سوچتا ہوں۔" وہ برہم ہوا۔

"بھائی میں آپ کو دو رخ دکھا رہا ہوں۔"

"کونسے رخ ہاں۔" اس کی آواز تیز ہوئی تو راحم کو چپ ہونا پڑا۔

”وہ نواز دوغلا ہے اور مجھے دوغلے لوگ نہیں پسند۔ وہ جیسا ہے ویسا نہیں ہے، اور کیا خیال رکھتا ہے وہ ہمارا۔“ کوئی چبن سی چبن تھی اس کے لہجے میں۔

راحم نے برا نہیں منایا۔ وہ بھی بازو کی قینچی بنا اسی طرح بیٹھا۔

”ٹھیک ہے آپ بحث کرتے ہوئے پیارے لگتے ہیں، لیکن بات کو سمجھیں، پلیز۔“ راحم کن اکھیوں سے دیکھ کر کہا۔ وہ مزید اگلی باتوں سے پہلو بچانا چاہ رہا تھا۔ لیکن حارث صاحب تو تپے بیٹھے تھے۔

”موڈ نہیں ہے میر اانداق کا۔“ گھڑک کر کہا۔

”موڈ۔“ راحم نے گہری سانس بھری ”موڈ تو آپ کا کسی شے کا بھی نہیں ہوتا۔“ وہ بڑ بڑایا۔ حارث نے صاف سنا لیکن کہا کچھ نہیں۔ چپ، خاموشی سادھے ان دونوں نے ٹی وہ لاؤنج میں لگی گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز کچھ ساعتیں سنیں۔ پھر دوسرے لمحے حارث نے ٹھہر ٹھہر کر بولنا شروع کیا۔

”میں اور مینا۔۔“ کچھ توقف کے لیے راحم کو دیکھا۔ ”بابا کے ہمیں چھوڑ جانے کے بعد کچھ سال اسکول نہیں جاسکے، پھر انہیں سالوں میں بابا فوت ہوگئے۔“

راحم نے اس کی بات سن یکدم ہی اپنے گلے میں کوئی پھندا سا اٹکتے ہوئے پایا۔دنیا سے گئے لوگوں کا ذکر اکثر گلوں میں یونہی کوئی اندیکھا درد کا پھندا سا اٹکا دیتا ہے،اور دنیا سے جانے والا وہ فرد پھر اس کا باپ تھا۔البتہ حارث سنجیدہ تھا،سیاہ غلافی آنکھیں ویسے ہی خمار آلودر ہیں۔

"پھر اس کے بعد ہم اسکول گئے،گورنمنٹ اسکول جس کی فیس محض بیس روپے ہوتی ہے۔گھر اپنا نہیں تھا،بابا کی بیماری کے علاج کے لیے بابا نے بیچ دیا۔کرائے پر دس ہزار مہانہ ممی نے نیا مکان لیا تھا۔وہ ٹھاٹھ باٹھ جو میں نے اپنے باپ کے زندہ ہوتے دیکھے تھے۔وہ بابا کے جانے کے بعد کبھی نہیں دیکھ پایا۔"

اس نے گہری سانس لی اور ٹھہرا راحم کو نہیں دیکھا جس کا چہرہ بدل رہا تھا۔"ان دنوں نواز صاحب باہر کے ملک تھے۔نا ممی نے کچھ بتایا،نا اس نے کبھی پوچھا۔حلانکہ وہ سب جانتا تھا ممی اور رحمان کی اولاد کس حال میں ہیں۔"

"اور تم کہتے ہو وہ خیال رکھتا تھا،رکھتا ہے۔"وہ تلخ ہو رہا تھا۔

"ایک دن گھر پر ایک پیسہ نہیں تھا، اور راشن صفر، ممی پریشان تھیں، تم بیمار تھے۔ بل نہ دینے کی وجہ سے بجلی کٹ چکی تھی۔ اندھیرا ہر طرف اندھیرا، اس دن مجھے اپنا بے قصور باپ بہت شدت سے یاد آیا۔"

راحم کی آنکھیں دھندلا رہی تھی۔ گزرا ماضی، بے بس ماضی کی یاد یونہی سب کچھ دھندلا دیتی ہے۔

اس کو اپنے باپ کا پر شفیق چہرہ آنکھوں کے آگے لہراتا محسوس ہوا۔ وہ شفیق چہرہ، وہ شفیق لمس جس کو وہ اس کے جانے کے بعد کبھی کسی اور کے لمس میں محسوس نہ کر پایا۔ بھلاں باپ کے سوا ہو وہ شفیق لمس ہو سکتا ہے کسی اور کا۔ اس نے گیلی سانس کھینچی۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

"پھر جانے اللہ کی طرف سے بابا کا دوست ان کا کوئی ادھار واپس کرنے آیا تھا، پر جانتے ہو راحم وہ ادھار نہیں تھا،

میں سمجھ گیا تھا وہ رحم میں ملے پیسے تھے، جو جانے وہ کسی وجہ سے اکثر دینے آتا تھا، میں نے اس دن اس کی آنکھوں میں اپنے خاندان کے لیے ہمدردی نہیں ترس دیکھا تھا، پھر وہ اگلی دفعہ بھی آیا لیکن میں نے دروازے سے باہر ہی اس سے پیسے پکڑے اور اندر سے ماچس لا کر گلی میں کھڑا

ہو کر ان پیسوں کو جلادیا۔"اس نے گہرا سا راز خاصے محظوظ انداز میں اس کے روش گزارے۔ جیسے ان پیسوں کو جلا کراس کو بہت تقویت پہنچی تھی۔

اس نے راحم کو دیکھا جو تیز تیز گھومتے پنکھے کو گھور رہا تھا۔ نظروں کا زاویہ بدلا اور پھر سے بولنا شروع کیا۔

"پھر وہ آیا، "لہجہ مزید تلخ ہوا۔"گھر لے کر دیا، ہمیں سکولوں میں داخل کروایا، راشن ڈلوانا شروع کیا، کپڑے دلوائے، ہر ضرورت کی شے لے کر دی۔ پر پھر مجھے محض پندرہ سال کی عمر میں پتا چلا کہ ممی کا سگھا بھائی ان کو زکوۃ دیتا تھا، کیونکہ اس کے اپنے اخراجات اتنے تھے کہ وہ ممی اور رحمان کی اولاد کا بھار نہیں اٹھا سکتا تھا۔ اس دوغلے سے ممی نے تب بھی کوئی مدد نہیں مانگی تھی جب ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تھا۔" تلخ ہو کر سر کو جھٹکا۔"تم کہتے ہو وہ خیال رکھتا تھا۔ خیال رکھتا ہے"

"جانتے ہو کسی کا خیال رکھنا کیا ہوتا؟ اس کو یہ احساس تک نہ دلانا کہ آپ اس کا خیال رکھ رہے ہیں۔"

راحم خاموشی سے پنکھے کو تکتے گیا اور وہ بولے گیا۔

"تم ان چیزوں سے بے خبر نہیں ہو تمہیں بس میں اپنا فرق سمجھا رہا ہوں، تم کہتے ہو اس نے خیال رکھا، کیا اس کے خیال سے تم اس کے جیسا بزنس سیٹ اپ کر پائے؟ کیا اس کے جیسے عالیشان گھروں کی قطار لگا پائے؟ کیا اس کی طرح ملٹی برینڈز کی گاڑیاں خرید پائے، کیا اس عدم اعتمادی اور اس احساس کمتری سے نکل پائے جو ایک یتیم کو دوسروں کی نظریں محسوس کرواتی ہیں۔"

راحم نے بے چین سی نظر اس پر ڈالی۔ پر حارث رحمان کی سنجیدگی میں رتی بھر بھی فرق نہیں منڈلایا

"نہیں، کیونکہ کسی کا خیال رکھنے میں اور خیال رکھنے کے طریقوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔" وہ سنجیدہ تھا اور وہ بھی بے حد۔

"تم نے خود اپنی محنت سے اپنی اور ناز کی پڑھائی کا خرچہ نوی جماعت سے ہی اٹھانا شروع کیا، صرف اس احساس کمتری کے احساس کی وجہ سے۔ وہ خیال رکھتا تو تم بھی آج کل کہ جین ذی (Gen z) کی طرح ہی ہوتے، لاپرواہ، خودسر لیکن نہیں ہو، سلجھے ہوئے ہو، تمیز والے ہو، محنتی ہو، زہین ہو۔"

”بھائی آپ بہت بولتے ہیں۔“ راحم نے بظاہر آرام سے کہا، لیکن کچھ ماضی کی تکلیفیں حال میں بھی تکلیف دہ ہی رہتی ہیں۔اس کو بھی کوئی تکلیف سی ہو رہی تھی۔حارث کی سنجیدگی جوں کی توں برابر رہی۔

”فرق سمجھا رہا ہوں، کچھ لوگ اس قابل نہیں ہوتے کہ ان کے پہلوؤں میں فرق ڈھونڈا جائے۔اور نواز بھی اس قابل نہیں ہے۔“ اس نے تنفر سے کہااور کھڑا ہوا، بالوں پر ہاتھ پھیرااور ٹیبل پر پڑی چابی اٹھائی اور لمبی پودوں والی نیم روشن راہداری کی جانب بڑھا۔

”لیموں پانی تو پی لیں بھائی۔“ وہ تیزی سے بولا

”نہیں موڈ نہیں ہے میرا۔“اور واقع اس کا گلابی ہوتا چہرہ صاف بتا رہا تھا کہ وہ غصے میں ہے۔

”بھائی۔“راحم نے پھر سے کچھ کہنا چاہا پر وہ تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔پیچھے راحم نے تاسف سے اس کو جاتے دیکھا، وہ ٹھیک کہتا ہے کچھ انسانوں کے پہلوؤں میں آپ چاہ کر بھی فرق نہیں کر پاتے، لیکن کچھ انسان تو سادے ہوتے ہیں، ان میں فرق کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی،اور اس سوچ کے آتے ہی اس کی آنکھوں کے آگے

سحر جبین کا چہرہ لہرایا۔کوئی تاسف سا تاسف تھا جو اس کی سیاہ غلافی آنکھوں میں در آیا تھا۔

☆☆☆

ٹم ٹم کرتے تارے آج بھی چمک رہے تھے، جھولا اپنی رفتار سے جھول رہا تھا۔ پھپھو بھتیجی دونوں ٹیرس پر بیٹھیں انہیں تاروں پر نظریں جمائے ہوئی تھیں۔ تبسم سفید جوڑا پہنے ہوئی تھی اور چادر کو انہوں نے سر پر لپیٹا ہوا تھا۔ سحر نے بھی صبح والا ہی سفید جوڑا پہنا ہوا تھا۔ ان کے کندھے پر سر ٹکائے وہ غُم صُم سی دکھتی تھی۔

"پھپھو آج آپ رہ لیں میرے پاس۔" سحر کے لہجے میں آس اٹکی۔

"ٹھیک ہے ویسے بھی اپنے کپڑے ساتھ لائی تھی، صبح حارث جب تمہیں لینے آئے گا تو تمہارے ساتھ ہی جاؤں گی۔" انہوں نے جھٹ سے بتایا۔ غالباً وہ گھر سے ہی ادھر رہنے کا ارادہ کر کے آئی تھیں۔

حارث کے نام پر اس کا رنگ بدلا، دل ڈوبا، پیٹ میں گرہیں پڑنا شروع ہوئیں، یا شاید تتلیاں ابھریں وہ سمجھ نہ سکی، ایسا ہر دفعہ ہوتا تھا، وہ ایسا ہر بار محسوس کرتی تھی۔ چاہے اس کے سامنے اس کا نام لیے جانے پر، چاہے اس کے موجود ہونے پر، یہ بے اختیار تھا اس کے لیے۔

"پھپھو میں آپ کے گھر آجاؤں رہنے کے لیے۔" سحر نے اسی آس سے پوچھا۔

"ہاں ضرور کب آؤ گی؟" انہوں نے خوشدلی سے پوچھا۔

اس نے کندھے سے سر اٹھایا اور انگلیوں کی پوروں پر حساب کرنا شروع کیا، چھوٹے سیاہ بال برے سے گلابی کیچر میں مقید تھے۔

"اس ویک میں مجھے تین اسکولز جانا ہے مطلب چھ دن ہوں،" ایک دو پل رکی "میں ہفتے کو راحم کے ساتھ آؤں گی، پھر منڈے تک رہوں گی مطلب صبح ادھر سے ہی اسکول کے لیے جاؤں گی۔ ٹھیک ہے پھر میں آپ کو رس ملائی بنا کر کھلاؤں گی میں نے ٹرائی کی تھی بہت مزے دار بنی تھی"

وہ تیزی سے اپنا پلین ترتیب دے رہی تھی اور تبسم پیار بھری نظروں اور اشتیاق سے اس کو دیکھ رہی تھیں، پھر ان کی نظر گلابی نگینوں پر پڑی تو وہ ایک دو پل ٹھہر سی گئیں۔ آنکھوں میں مبہم سی چمک ابھری۔

"سحر ایک بات پوچھوں؟" تبسم نے اس کے دونوں مومی سے ہاتھ تھامے۔ اس نے محض سر ہلایا۔ اس کی چھوٹی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں لیکن ان میں چمک تھی وہ چمک جو کسی اپنے کے ساتھ ہوتے ہوئے آنکھوں میں در آتی ہے۔

''تمہیں حارث کیسا لگتا ہے؟''ان کا سوال اس کے لیے بہت غیر متوقع تھا۔ مگر وہ پھر بھی بغیر کسی دقت کے بڑی ہی روانی میں کہہ گئی۔

''بہت اچھا۔''پر احساس ہونے پر اس نے لب کاٹے رنگت متغیر ہوئی۔ تبسم ہنس پڑیں۔ ہنستے ہوئے ان کی آنکھیں چھوٹی ہو گئیں۔

''پھپھو۔''اپنی بے اختیاری اور پھپھو کے یوں مسکرانے پر وہ جھینپ سی گئی۔

''اس میں شرمانے کی تو کوئی بات نہ تھی، میرا مطلب تمہاری رائے جاننے کے لیے تو میں نے تم سے پوچھا تھا۔'' انہوں نے اس کے ہاتھ دبائے۔ سحر نے پھپھو کی سیاہ غلافی آنکھوں میں دیکھا،ان کی ہنسی،اور خود وہ مخلص تھیں اس کو یقین تھا وہ اس کی بے اختیاری کا کسی سے بلکل ذکر نہیں کریں گی۔

پھپھو اس کی بات سن مطمئن تو ہوئیں، لیکن وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھیں کہ وہ اس کو اچھا کس بنا پر لگتا ہے؟اس کو اچھا اس کا چہرہ لگتا ہے،عادات لگتی ہیں،اس کی حرکات اس کی کونسی ایسی بات تھی جس کی بنا پر اس نے اسے ''اچھا'' کہا۔ پر اس کے چہرے پر یکدم پھیلتی رونق نے ان کو یہ

بات سمجھا دی تھی کہ حارث اس کی خوشی تھا۔ پر کیا حارث کا ساتھ اس کے لیے خوشی تھا؟

انہوں نے تھوڑی دیر بعد پھر سے کہنا شروع کیا۔

”جب میں نے تمہارا ہاتھ مانگا تب تم بس سولہ سال کی تھی اور حارث،“ انہوں نے کچھ پل ٹھہر کر سوچا۔

”بیس۔“ اس نے اسی بے اختیاری سے کہا۔ پھپھو پھر سے ہنس پڑیں اور وہ پھر سے جھینپ گئی۔

”ہاں وہ اس وقت بیس کا تھا، پر تب بھی ایسا ہی سڑو تھا۔“ انہوں نے واضح ناک چڑھائی، سحر کی سوجی ہوئی آنکھوں میں چمک لہرائی وہ چمک جو آپ کے کسی من پسند شخص کا ذکر سن آتی ہے۔

”تب تو میں نے اور بھائی نے بس یونہی تم دونوں کی نسبت طے کر دی تھی، اور یہ نگینے میں نے تو لیے ہی تمہارے لیے تھے، حارث کو یہ بہت پسند آئے تھے لیتے ہوئے، بلکہ یہ تو پسند ہی اس نے کیے تھے۔ اور میں نے اسی کی پسند سے تم دونوں کو جوڑنے کا فاصلہ کر لیا۔ تم دونوں کی باقاعدہ منگنی کوئی نہیں ہوئی تھی، حارث کو نیگ ملا تھا اور تمہیں یہ“ نگینوں کی طرف اشارہ کر انہوں نے کہا۔

سحر کا رنگ قوسِ قزح کی مانند ہو رہا تھا۔ کوئی رنگ تھا جو اس کے چہرے پر آکر گزرا، تبسم اپنے دھیان ہی کہہ گئیں۔

"اب تم بھی پڑھ لکھ گئی ہو، حارث بھی اچھی جاب کر رہا ہے، اس لیے میں چاہتی ہوں یہ رشتہ اب لٹکے نہ اس کو تعبیر مل جائے، وہ تعبیر جو میری جبین کو خوش کر دے۔" انہوں نے اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔

"میں سوچ رہی ہوں نواز بھائی سے بات کر کے تم دونوں کی باقاعدہ منگنی کرا دیں، اور اس کے کچھ مہینوں بعد تم دونوں کی شادی۔"

انہوں نے اس کو اپنے ساتھ لگایا بہت پیار سے۔ اور جبین کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اس کو یہ بات بہت بھلی لگی تھی، بس اس کی تعبیر میں کوئی رکاوٹ نہ آئے۔

ٹم ٹم کرتے تارے اور اس کی آنکھیں ایک جیسی لگ رہی تھیں۔ ایسا کیا تھا؟ اس شخص میں کہ اس سے جڑنے کا ذکر ہی اس کو سب بھلا دیتا تھا۔ کیا واقع ہی وہ اس سے اتنی محبت کرتی تھی، لیکن کیا وہ بھی؟ زور سے آنکھوں کو میچ آنے جانے والے وہموں کو جھٹکا۔

"چلے آئیں پھپھو میں آپ کو کچھ میٹھا بنا کر کھلاؤں، کھائیں گی نا میرے ہاتھ کا۔" لہجہ آس والا ہوا۔

"کیوں نہیں مجھے تو میٹھا بہت پسند ہے، چاہے مجھے شگر ہو جائے میٹھا نہیں چھوڑ سکتی۔" انہوں نے خاصی شرارت سے کہا۔

سحر کھڑی ہوئی کولا پوری چپل کو پاؤں میں اڑسا، پھپھو کا ہاتھ تھام ان کو کھڑا کیا اور گھر کے اندرونی حصے کی جانب جاتے دروازے کی طرف بڑھی۔ البتہ وہ ساتھ ساتھ باتیں بھی کر رہی تھی، اس نے پچھلے مہینے کونسی میٹھے کی ڈش بنائی، پر سو کیا بنایا، وہ ہر ڈش کی تعریف میں بس یہی کہتی "مجھے بہت پسند آئی،"

وہ یہ نہیں کہہ رہی تھی کہ سب کو بہت پسند آئی۔ کس نے کھائی اور کس نے نہیں۔ کیا اس کے پاس اس کی بنائی گئی ڈش کو ٹیسٹ کرنے والا کوئی نہ تھا۔ جو اس سے اس کی ڈش کی تعریف کرتا؟

پھپھو نے تاسف سے سوچا۔ وہ ابھی بھی بچوں سی چہک کر خوشی سے باتیں کرتے آگے بڑھ رہی تھی۔ بلکل ٹم ٹم کرتے تاروں کو اپنی لپیٹ میں لیتی رات کی مانند۔

☆☆☆

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ایسا کوئی رنگ نہ تھا جو حارث نے دور سے آتی سحر جبین کے انار کلی اسٹائل والے فراک میں نہ دیکھا ہو۔گلابی نگینے اور روشن چہرہ۔ چھوٹے کرل شدہ بال جن کو وہ عادتاً کندھے سے پیچھے جھٹک رہی تھی۔چہرے پر صاف عجلت رقم تھی۔حارث بنگلوں کے سامنے کھڑا سفید شلوار قمیض میں ملبوس اسے اپنی جانب آتا خاص گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔وہ اپنے بنگلے سے نہیں نکلی تھی۔سلیولیس بازؤں میں مختلف چارٹ پیپرز بھرے وہ تیز تیز قدم بھرتی کسی اور گلی سے آئی تھی۔

تبسم فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھیں چاق چوبند اور تازہ دم۔

سحر نے وہی محسوس کیا تھا اس کو دیکھ جو وہ ہمیشہ محسوس کرتی تھی۔دل کا ڈوبنا، نظروں کا زاویہ خود بخود بدل جانا اور اور بھی بہت کچھ، بے اختیاری سی بے اختیاری تھی جو وہ اس کے معاملے میں پاتی تھی۔

"ابھی پانچ منٹ تھے۔" پھر اس سے کچھ قدموں کے فاصلے پر ٹھہری اور کہا۔انداز سادہ لیکن ظاہر کر رہا تھا کہ وہ اپنا اس کے بتائے گئے مقررہ وقت سے پہلے ہی آگئی تھی۔لیکن انتظار تو اس نے پھر بھی کیا تھا۔دل نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

حارث نے ابرو اچکائے اس کو سر تا پیر دیکھا اور پھر اس کے چہرے کو جو سورج کی آہستہ آہستہ پھیلتی گرم کرنوں کے باعث تمتما رہا تھا۔ سحر اب اس کے علاوہ اسٹریٹ میں ہوتی ہر کاروائی دیکھ رہی تھی اور وہ اسے۔ پھر گہری سانس بھر بولا۔

"تو اب کیا لڈو کھیلوں تمہارے ساتھ یا کرکٹ؟" وہ سنجیدہ ہوا، سحر سٹپٹائی، ٹائم بتانے کا یہ مقصد تو نہیں تھا۔

"بیٹھ جاؤ کہ اب کوئی سیر یمنی (تقریب) کرتے ہو تم امیر لوگ گاڑی میں بیٹھنے سے بھی پہلے۔" طنزیا آدمی نے عادت سے مجبور طنز داغا۔

اف خدایا اب وہ بیٹھے کیسے۔ سامنے ہی تو کھڑا تھا صاف صاف طنز کرنے کے واسطے۔اس نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھی پھپھو کو دیکھا جو ان کو ہی دیکھ رہی تھیں، شیشے کے پار ہونے سے وہ ان کی گفتگو نہیں سن پائی تھیں۔

اسکے دماغ میں کچھ کلک ہوا، آنکھوں میں روشنی چمکی۔ایک قدم لیے اس تک آئی۔

"ہٹیں گے تو بیٹھوں گی۔اور لڈو اور کرکٹ مجھے پسند نہیں۔"

اپنے تعین اکھڑے انداز میں کہا۔ پھپھو ساتھ تھیں اس کو معلو تھا حارث اس کو پھپھو کی موجودگی میں ڈانٹ تو بلکل نہیں سکے گا۔ کیونکہ وہ ”وہ ان مردوں میں سے تھا جو محض اپنی ماں کے سامنے ہی بیبہ بچہ بنتے ہیں۔“اور ماں کے بیبے بچے نے جواباً آنکھیں سکیڑ اس کو دیکھا۔وجہ اس کا اکھڑا انداز تھا۔

اور پھر آگے بھر اپنی سیٹ کی طرف آیا۔ سحر بھی آگے بڑھی اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول اندر بیٹھی۔گاڑی میں ہر سو ٹھنڈک ہی ٹھنڈک تھی۔

”لے لیا سامان۔“ پھپھو نے پوچھا۔

”جی۔“اس نے یک لفظی جواب دیا اور اپنے لیدر کے زیتونی رنگ کے بیگ میں سے ٹشو نکال چہرے کو تھپتھپایا۔البتہ عادتاً یا فطرتاً حارث کی موجودگی میں دھڑکتا دل اب اس کے دیدار کے بعد اپنی معمولی رفتار میں آچکا تھا۔

حارث نے ریورس گئیر ڈال گاڑی پیچھے کی جانب کی۔ پھپھو گاڑی سے باہر نظریں ٹکائے ہوئی تھیں اور سحر چارٹ پیپر ترتیب سے اپنی دائیں جانب رکھ رہی تھی۔

"سحر صائم کی منگنی کی شاپنگ کرلی؟" پھپھو کے سوال پر وہ سوچ میں عود ی۔ چہرے کو پھر سے ٹشو سے تھپتھپایا،

"نہیں پھپھو تین چار گھنٹے کا ایونٹ ہے، بھابھی کی وارڈروب سے ہی دیکھ لوں گی کوئی۔" اس نے اپنا لائحہ عمل بتایا۔

پھپھو نے محض سر ہلایا۔ حارث اب متناسب رفتار سے سوسائٹی کے اندرونی کھلی سڑکوں پر گاڑی ڈرائیور کر رہا تھا۔

باقی کا رستہ خاموشی سے کٹا۔ سیدھی صاف سڑکوں پر گاڑی لے جاتے ہوئے حارث نے پہلے تبسم کو گھر اتارا اور پھر آگے بڑھا۔ سحر پچھلی سیٹ پر ہی بیٹھی رہی، پھپھو کی غیر موجودگی میں کچھ مضطرب سی اسکو دیکھنے سے مکمل اجتناب کرتی ہوئی۔ اب کہ گاڑی کی رفتار کچھ تیز تھی۔ اور اسی تیز رفتاری میں یکدم ان کی گاڑی کے سامنے غلط جگہ سے یوٹرن لیتے ہوئے سی این جی رکشہ ٹکرایا اور اس تصادم پر سحر کا سر فرنٹ سیٹ کی بیک سے بری طرح ٹکرایا تھا۔ سارے چارٹ پیپر پھسل کر نیچے گرے اور حارث نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اس نے بڑی بڑی گالیوں سے اس رکشے والے کو نوازا۔

سحر جبین کے کانوں میں سے واضح دھواں نکلا، سیٹ کی پشت سے لگنے کے باعث چکراتا سر کچھ اور چکرایا، آنکھیں واضح کھلیں۔ حارث بدلحاظ اور غیض و غضب ہوتا باہر نکلا۔اور چکراتے سر کے ساتھ بھی وہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ وہ باہر کیوں اور کیا کرنے نکلا تھا، گاڑی یوٹرن کے عین بیچو بیچ تھی۔ صبح صبح تھی اور سب ہی لوگ اپنے اپنے کارواں کی جانب جانے کے لیے گامزن تھے۔

پھر اس نے رکشہ ڈرائیور کو اس کے کالر سے دبوچ باہر نکالتے دیکھا، پھر اس نے رکشہ ڈرائیور کو ایک تھپڑ مارتے دیکھا۔اس کی آنکھیں اس منظر کا اثر لیے وحشت زدہ ہوئیں اور دل دھک دھک کرنا شروع ہوا۔اس لمحے میں کچھ ایسا تھا کہ اس کو حارث سے شدید خوف آیا۔

حارث رکشہ ڈرائیور کو رکشے سے لگائے اس پر چلا رہا تھا۔اس کے چلانے میں گالیاں بھی شامل تھیں۔ سحر کے جسم میں لرزش پیدا ہو رہی تھی۔اس کا غصہ اسکے نزدیک اتنی سی بات پر۔ بس گاڑی ہی ٹکرائی تھی وہ ٹکر ٹکر لوگوں کا مجمع لگے دیکھ رہی تھی، سڑک اب آہستگی سے بلاک ہونا شروع ہوئی۔

پھر وہ کسی احساس کے تحت گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول باہر نکل آئی۔ تیز شور، گاڑیوں کا، لوگوں کا ،اس کا ذہن گڈ مڈ ہو رہا تھا، چند لوگوں کے مجمعے میں رکشہ ڈرائیور کے ساتھ تیز اور چلاتی آواز میں الجھتے حارث کو دیکھا۔ پھر اس نے رکشہ ڈرائیور کو دیکھا، گرمی کی حدت یا شاید حارث کے

بھاڑی ہاتھ کے تھپڑ کی وجہ سے اس کے رخسار لال تھے،وہ نوعمر لڑکا تھا وہ اندازہ کر سکتی تھی۔اس کے دل کو کچھ ہوا اس کو مارنا نہیں چاہیے تھا۔وہ کسی پر نرمی کیوں نہیں کرتا تھا؟

پھر وہ تیز قدم بھرتی حارث تک آئی،آدمیوں نے خود ہی اس کو رستہ دے دیا تھا۔البتہ مردوں کی جھڑپ سے نظریں ہٹائے انہوں نے اپنے لباس سے کافی امیر نظر آتی عورت کو دیکھنا شروع کیا تھا۔

"حارث۔" بے حد دھیمی آواز میں دھیرے دھیرے سانس بھرتی سحر جبین نے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا،حارث نے نہیں سنا۔

وہ لڑکے پر درشتی سے چلارہا تھا۔"یوں غلط موڑ موڑتے ہوئے جانتے ہو تم لوگ اپنا اور دوسروں کا کتنا نقصان کرتے ہو۔خود بھی مرتے ہو،رکشے میں سوار لوگوں کو بھی مارتے ہو۔گھر میں تمہاری ماں تمہارا انتظار کر رہی ہو گی،اندازہ ہے تمہیں کتنا نقصان ہوتا ہے یوں کرکے۔"

وہ اس کا گریبان چھوڑ چکا تھا،وہ لڑکا چپ سا اس کی باتیں سن رہا تھا۔یا شاید وہ بھی سحر جبین کی طرح اس لمحے بدلحاظ ہوئے حارث سے خوف کھا رہا تھا۔اور سحر وہ یہاں ہوتے ہوئے بھی نہیں تھی۔

کوئی بچپن میں دیکھا گیا منظر اس کی آنکھوں کے آگے لہرایا۔ سانولی رنگت والا مرد ایسے ہی کسی مرد کو مار رہا تھا۔ وہ مرد جو اس سانولی رنگت والے کے جتنی عمر کا تھا، اس آدمی کے منہ سے اب خون نکلنا شروع ہو چکا تھا۔ پر وہ مارنے والے مرد کو روک نہیں رہا تھا بس کسی رٹّے ہوئے سبق کی طرح ایک ہی سطر دہرائے جا رہا تھا۔

”تم نے میرا گھر برباد کر دیا۔“

کوئی رنگ تھا جو اس کے چہرے پر اسی بیتی ہوئی دھندلی یاد کی مانند آکر گزر گیا۔ ماضی سے ہوتی ہوئی وہ اب حال میں کھڑی تھی۔ لوگوں میں سے کچھ حارث کو معمالہ رفعہ دفعہ کرنے کو کہہ رہے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

”حارث، بس کریں۔ پلیز۔“ اس نے زور زور سے اس کا کندھا ہلانا شروع کیا۔ اس کے ہاتھوں میں واضح لرزش اتری وہ از حد گھبرا رہی تھی۔ آنکھوں میں نمی ابھر رہی تھی۔ وہ منظر آنکھوں کے سامنے بار بار ابھر رہا تھا۔

”حارث۔“ اس بار وہ چیخی۔ حارث کیا وہاں موجود ہر شخص نے اس کو دیکھا۔

"بس کریں اتنی بات نہیں ہے۔بس کریں۔" وہ کانپتی آواز میں چیخی۔حارث کا گھوما ہوا دماغ پھر سے گھوما۔غالباً اس کو اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ کندھا ہلانے والا ہاتھ سحر کا تھا۔ایک نظر مردوں سے بھرے مجمے کو دیکھا جو اس کو کم سحر کو زیادہ دیکھ رہے تھے،لبوں کو پیوست کیے اس نے جبڑے بھینچے اور پھر اس کو کلائی سے تھام انتہائی درشتگی سے لیے لوگوں کے حلقے میں سے نکلا۔

اس افتادہ میں سحر نے ٹوٹے ہوئے رکشے کے ہینڈل کو رکنے کے لیے تھاما تو اس کی ٹوٹی ہوئی نوک اس کی ہتھیلی میں پیوست ہوتی چلی گئی۔ایک گھٹی ہوئی چیخ حلق میں ہی دب گئی۔بہت تکلیف سے اس نے حارث کے ساتھ خود کو ایک قسم کا گھسیٹتے ہوئے آنکھوں کو میچا۔

حارث نے اس کو فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول اندر دھکیلا۔

"اب باہر مت نکلنا۔" اس نے چبا چبا کر اس کو صاف وارننگ دی تھی۔

"حارث وہ بچہ ہے بس کریں غلطی ہو گئی۔" سحر نے بھر آئی آواز میں سخت چتون لیے واپس جاتے حارث کو روکنا چاہا۔حارث جواباً ٹھک کی آواز سے دروازہ اس کے منہ پر بند کیا۔

سحر کا دل ڈوبا۔اس کو حارث کے ساتھ نہیں آنا چاہیے،کم از کم وہ اس کا ایسا روپ تو دیکھنے سے بچ جاتی۔" دل نے دہائی دی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"پکڑو۔" حارث نے اپنے والیٹ میں سے دو پانچ پانچ ہزار کے نوٹ نکال اس کا رخ درشتگی سے اپنی جانب کیا۔ لوگوں کا مجمع آہستہ سے معدوم ہو رہا تھا۔ حارث دیکھ سکتا تھا، وہ اس کو دیکھ پھر سے خوف زدہ ہوا۔

"پکڑو اسے۔" اس نے لڑکے کا ہاتھ تھام پیسے اس کی مٹھی میں بھرے۔

سحر نے ان دونوں کی طرف سے نظر پھیر اپنی جلن شدہ ہتھیلی کو دیکھا۔ وہ اس کے لیے ہی نہیں سب لے لیے ہی سنگدل تھا۔ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو در آئے۔

کٹ ہتھیلی کے عین بیچ میں لگا تھا۔ خون یکا یک ہی ابھرنا شروع ہوا۔ گاڑی کے فرنٹ پر پڑے ٹشو کو اس نے ہتھیلی سے لپٹایا تو وہ سرخ ہوتا چلا گیا۔ پر ابھی وہ اس جلن شدہ ہتھیلی کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

وہ منظر پھر سے یاد آ رہا تھا، جس میں اس کا باپ کسی کو مار رہا تھا اور وہ مار کھانے والا مرد کون تھا؟ یہ بھی وہ اچھے سے جانتی تھی، وہ حارث کا باپ تھا، رحمان صدیق۔ جز بز سی ہو کر آنکھوں کو میچا۔

"رکشے کی مرمت کروانا، کیونکہ تمہیں چاہے فرق پڑے نہ پڑے تمہارے گھر والوں کو اس سے بہت فرق پڑے گا، رزق کی تلاش میں نکلے ہو تو قوانین کے دائرے میں رہ کر کماؤ، تمہاری ماں کو

تمہارا انتظار ہو گا اس کے بعد تمہارے گھر والوں کو دن بھر تم نے کیا کمایا اس کا۔ تمہاری لاش یا زخمی رکشے اور تمہارا نہیں۔ احتیاط کرو۔"

سختی سے نصیحت کر وہ واپس ہو لیا۔ وہ لڑکا ٹکر ٹکر اس کو جاتے دیکھتا رہ گیا۔ "پہلے مارا اور اب یہ پیسے عجیب بندہ ہے"

حارث درشت چہرے کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا، گاڑی کو آن کر اس نے تیزی سے ٹائر گھمائے اور زن سے گاڑی سڑک پر بھگائی۔

سحر ٹشو کے پیچھے چھپی سرخ ہتھیلی کو آنسوؤں سے لدی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ پہلو میں بہت شدت سے دھک دھک ہو رہی تھی۔ تیز رفتاری سے گاڑی چلاتے حارث سے اس پل اس لمحے خوف آرہا تھا۔ وہ اس کو نہیں دیکھ رہی تھی۔

اب اس کو اپنے ہاتھ میں شدت سے تکلیف ہوتی محسوس ہو رہی تھی، آنکھوں میں جلن بھی شروع ہوئی۔ پھر اس کی ہچکی بندھی۔ اس نے لب کاٹے ان ابھرتی ہچکیوں کو روکنا چاہا۔ جو کہیں بھی کبھی بھی تکلیف کے زیرِ اثر ابھر پڑتی تھیں۔ یہ اس کے اختیار سے باہر تھیں۔ اس کو ہمیشہ

اسی بے ختیاری نے مارا تھا۔وہ چاہتی تھی یہ ہچکیاں بے وقت اور اس انسان کے سامنے نہ ابھریں جن کو اس کی پرواہی نہیں تھی۔وہ حارث کی درشتگی اس لمحے برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

وہ محسوس کر سکتی تھی کہ اسٹیرنگ پر اس کے جمے ہاتھ سختی سے مضبوط ہو رہے تھے۔وہ غالباًاس کا رونا محسوس کر چکا تھا۔

سحر کے دل نے بے اختیار چاہا کہ وہ اس وقت کہیں چلا جائے یا اس کے رونے کو نظر انداز کر دے۔وہ نا محسوس انداز میں دروازے کے ساتھ جا لگی۔دل کی آوازیں کانوں میں گونجنا شروع ہوئیں۔

پھر اس نے حارث کو گاڑی کی رفتار کم کرتے دیکھا اور پھر سڑک کے ایک کنارے پر روکتے ہوئے۔وہ کچھ اور دروازے کی طرف ہوئی۔آنکھوں کو جھبکا تو رخساروں پر آنسو لڑھکے۔اس کی ہچکیاں تیز ہو رہی تھیں،وہ بہت ڈری ہوئی لگ رہی تھی۔حارث کی لڑائی سے اور ذہن میں گونجتی آوازوں کے تصور کی وجہ سے۔

جس میں وہ مرد نواز سے ایک ہی بات کہے جا رہا تھا" تم نے مجھے یہ بیماری لگوائی، میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا۔ اتنی ذلت کیوں دے دی مجھے۔" جواباً اُس کا باپ نواز اس کو مارتا۔ ان کے ارد گرد اور بھی بہت سے لوگ تھے، سب گڈ مڈ ہو رہا تھا۔

وہ رو رہی تھی اور اس کو عجیب سی کوفت نے آن گھیرا۔ انگوٹھے سے کان کی لو کو مسلا اور گھنگریالے بالوں میں ہاتھ چلائے حارث نے زور سے آنکھوں کو میچا۔ اور گاڑی کا دروازہ کھول باہر نکلا سحر کو اس نے سرے سے نظر انداز کیا۔

وہ باہر نکلا تو سحر کو لگا وہ کسی شے سے آزاد ہوئی تھی۔ وہ شے جو اسے ہچکیاں گھونٹنے پر مجبور کر رہی تھی۔ اس نے گہرے گہرے سانس بھر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی لیکن نہیں، کچھ غلط تھا جو اس کو خود پر قابو پانے نہیں دے رہا تھا۔ وہ ہی آنسو، وہ ہی ہچکیاں، اس کو اس وقت ایک نازل ہوا عذاب لگے۔

گاڑی کی فرنٹ کچھ زیادہ ہی پچک گئی تھی اور باہنی ہیڈ لائٹس بھی ٹوٹ چکی تھی۔ اوپر سے اگلے دونوں پہیوں کا پنکچر جو جانے کب ہوا؟ کوئی کوفت سی کوفت تھی جو اس کو گاڑی کا مکمل جائزہ لینے کے بعد ہوئی۔

گھنگریالے بالوں میں ہاتھ چلا اس نے ان کو سلیقے سے دائیں جانب سیٹ کیا۔سورج کی تیز ہوتی کرنیں اس کو شدید گرمی ہونے کا پتہ دے رہی تھیں۔اتنی تیز گرمی نے اس کا سڑک پر یوں کھڑے رہنا محال کیا تو وہ چہرے پر کوفت سجائے گاڑی میں آ بیٹھا۔

سحر یونہی دروازے کے ساتھ چپکی بیٹھی تھی۔حارث کو کچھ اور کوفت ہوئی۔اب یہ پتا نہیں کیوں رونے کا شغل فرمارہی تھی؟البتہ دانستہ طور پر بھی اس کا دھیان یا نظر اسکی ہتھیلی سے بہتے خون کی جانب ابھی نہیں گیا تھا۔

"چپ کر جاؤ تمہیں تو میں نے کچھ بھی نہیں کہا۔"

اس نے بہت ہی دقت سے الفاظ کہے لیکن واضح چبا چبا کر۔دوسرے پل اس کی طرف دیکھا اور پھر نظر اسکی کانپتی ہوئی سرخ ٹشو کے پیچھے چھپی ہتھیلی سے جا ٹکرائی، جو وہ اپنے رنگ برنگے فراک کے دامن کے قریب رکھے بیٹھی تھی۔اس کی آنکھوں میں اچھنبا لہرایا۔

"یہ کیا ہوا ہے؟" وہ برجستگی سے پوچھ بیٹھا۔لیکن سحر کو برجستگی میں پوچھا گیا سوال اس کا درشت لہجہ ہی لگا۔

جس کا اثر لیے اس کی آواز دبی کی دبی رہی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"سحر یہ کیسی لگی ہے تمہیں۔" اس نے بے اختیاری میں اس کا ہاتھ پکڑا۔

اور وہ چونکا اس کا ہاتھ یخ ٹھنڈا پر رہا تھا۔ گاڑی میں اے سی کی ٹھنڈک ہی ٹھنڈک تھی، لیکن اس کا ہاتھ اے سی کی ٹھنڈک سے بھی کہیں زیادہ ٹھنڈا تھا۔ پھر اس نے اپنے دائیں انگوٹھے اور فقط اپنی شہادت والی انگلی کے درمیان والے خلا میں اس کا ہاتھ دھڑا۔

"رکشے کا کوئی حصہ۔" اس کے غصے سے خائف ہو وہ ہچکیاں بھرتی بمشکل یہی کہہ پائی۔ پھر اس نے اپنا درد کرتا ہاتھ اس کے ہاتھ کے خلا سے باہر گزارا۔

حارث کی تیوری چڑھی۔ نفی میں سر ہلا اس نے گہری سانس بھری۔

"تمہیں کس گدھے نے کہا تھا باہر آنے کو، ہاں۔؟ وہ بن بادل کی طرح اس کی موجودہ حالت دیکھنے کے باوجود گرجا۔

"اور یوں رکشہ پکڑنے کو، کیا رکشہ پکڑ کر تم نے جلسہ کرنا تھا یا کوئی تقریر۔" سحر کی آنکھیں پھر سے دھندلائیں۔ اسکا لہجہ بہت طنز و درشتی سے بھرا پڑا تھا۔ اس کو اسی بات کا ڈر تھا۔

اس نے زور زور سے نفی میں سر ہلایا۔

"میں آپ کو روکنے آئی تھی۔" اس کے ہاتھوں کی طرح اس کی آواز بھی کپکپائی، چھوٹے کرل شدہ بال، جھکا سر ہونے کے باعث کندھوں سے آگے کو پھسلے۔البتہ چپکی وہ دروازے کے ساتھ یونہی رہی۔

کیا اس کو زیادہ درد ہو رہا ہے؟۔حارث نے لب بھینچے اس کو دیکھتے ہوئے سوچا۔

"ہاتھ دو اپنا۔" حارث نے مکمل رخ اس کی جانب کیا۔آواز میں برہمی غالب رہی۔یہی برہمی سحر کو اس کی بات نہ ماننے کے لیے اکسا رہی تھی۔اس نے اپنے اس ہاتھ کو دوسرے ہاتھ تلے کیا۔

"میں ۔۔میں ٹھیک ہوں۔" آنکھوں کو جھپکا تو کچھ اور آنسو رخساروں پر پھسل سے گئے۔حارث نے بغور اس کو دیکھا۔پھر ہاتھ تلے چھپی اس کی سرخ ہتھیلی کو۔

اس کی نظروں میں چبھن در آئی۔ سحر بلکل دروازے کے ساتھ جڑی بیٹھی تھی۔حارث نے یہ بات بھی نوٹ کی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

چبھن کچھ اور بڑھی۔ جبڑے بھینچے، ماتھے کی نسیں تن سی گئیں۔ کوئی نرمی کوئی رحم وہ جانے درد یا کسی اور بات کی وجہ سے روتی ہوئی لڑکی کے لیے محسوس نہیں کر پا رہا تھا۔ کرتا بھی تو وہ جانتا تھا وہ عیاں تو کسی صورت نہیں کر سکے گا۔

پھر اس نے اسکا بازو باقاعدہ دبوچ کر اس کو اپنی جانب کھینچا، انداز میں جھنجھلاہٹ تھی۔ سحر کا کانپتا دل کچھ اور کانپا۔

اب وہ پہلے کی طرح سیٹ پر بیٹھی دروازے اور اس میں تقریباً ایک ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ اس کو ٹھیک سے بٹھانے کے بعد اس نے اسی جھنجھلاہٹ سے اس کے خون میں بھیگتے ہاتھ کو پہلے کی طرح اپنے ہاتھ کے خلا میں بھرا۔ اس کو یہ کرنا لازم لگا کیونکہ اس کو اندازہ ہو گیا تھا وہ اس کی سختی کے بغیر اس کی بات نہیں مانے گی۔

"میں تم پر غصہ نہیں کرنا چاہتا۔" اس نے بڑی ہی دقت سے یہ کہا۔ "اور نہ تم پر غصہ کرنے کا کوئی حق رکھتا ہوں۔ خون بہہ رہا ہے زخم دیکھنے دو۔"

سحر جبین جوں کی توں بھی نہ کر سکی۔ حارث نے ونڈ اسکرین پر پڑے ٹشو باکس میں سے دو تین ٹشو نکالے۔

"ڈیش بورڈ میں پانی کی بوتل ہے اسے نکالو۔" سحر نے روبوٹک انداز میں بنا اس کی جانب دیکھے ڈیش بورڈ کھولا اس میں سے جھانکتی ہاف لیٹر پانی کی بوتل نکال بنا اس کی جانب دیکھے اس کی طرف بڑھائی۔ آنکھیں اس کی برہمی پر بھیگنا بند ہوئیں، ہاں ایک آدھی ہچکی ضرور ابھرتی تھی، دل کا انجانا سا خوف برقرار رہا۔

"یہ بوتل کھولو۔ سو سو ہاتھ نہیں ہیں میرے۔" اس کا وہی جھنجھلایا اور سختی والا انداز۔ سحر کے گلے میں کانٹے چبھے۔ وہ بوتل کیسے کھولے ایک ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا اور ایک ہاتھ سے کھولنا مشکل تھا۔

حارث نے خون میں لپتا ٹشو اٹھایا اور سیٹوں کے درمیان میں رکھا۔ پھر اس کو دیکھا جو یونہی بوتل تھامے بیٹھی تھی۔ پھر اس نے بوتل تھامی اور اسکا ہاتھ اب کہ کچھ نرمی سے اس کی گود میں واپس رکھا۔ وہ محسوس کر سکتا تھا وہ ابھی رو رہی تھی۔ دل نے کچھ دھیما پڑنے پر اکسایا۔ بوتل کا ڈھکن ایک ہی سیکنڈ میں کھولا اور ٹشو میں چند قطرے ڈال اس کی اگلی سطح کو بھگویا۔ پھر دوسرے لمحے بوتل کو اس کے چہرے کے آگے کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پانی پیو۔" آواز دھیمی پڑی۔ دل کی اکسائی بات پر اس نے ہامی بھری۔ سحر نے اس کو نہیں دیکھا اور شاید اس نے اس کو سنا بھی نہیں۔ اس کی نظریں ونڈ اسکرین سے نظر آتی سورج کی روشنی میں بھاگتی مختلف سواریوں پر تھیں۔ وہ اس کو یہاں ہوتے ہوئے بھی کہیں اور پہنچی ہوئی لگی۔

"سحر۔" وہ یکدم اونچی آواز میں بولا تو وہ چونکی۔ پھر زرد پڑتا چہرہ اس کی جانب پھیرا۔ پتا نہیں کیا تھا اس کے چہرے میں کہ وہ نظروں کا زاویہ ہی پھیر گیا۔ دل نے ملامت کی یوں بلاوجہ سختی کر نے پر۔

"پانی پیو۔" بوتل اس کی طرف بڑھائی۔ سحر کی خشک پڑتی آنکھوں میں خالی پن تھا، چہرہ گیلا اور ناک سرخ۔ کچھ پل بوتل میں پھنسے صاف شفاف پانی کو دیکھا اور پھر بوتل کو پکڑ گھونٹ گھونٹ بھرنا شروع کیا، دل یونہی دھڑک رہا تھا۔ ہاتھ ٹھنڈے تھے فرق پڑا تھا تو اس کے آنسوؤں میں اور ہچکیوں میں وہ اب رک چکی تھیں۔

حارث نے اس کا ٹھنڈا ہاتھ واپس سے اپنے ہاتھ کے خلا میں بڑھا اور گیلی ہوئے ٹشو کے کونے سے انگلیوں کو صاف کرنا شروع کیا، انداز میں نرمی جانے کہاں سے عودی تھی۔ وہ اب بدلا ہوا لگا عجلت، کوفت نہ درشتی۔

گیلا ٹشو بھی اب خون کے رنگ میں رنگتا سرخ پڑ رہا تھا۔اس نے آہستہ آہستہ اسی ٹشو سے اس کے پورے ہاتھ کو صاف کیا سوائے وہاں سے جہاں پر کٹ لگا تھا۔وہ سرخ اور گہرا الگ رہا تھا۔اس کے اپنے ہاتھوں پر بھی خون کے دھبے لگے چکے تھے۔

”راحم کا نمبر ملا کر دے سکتی ہو۔“اس نے اونچی آواز میں کہا،اس کو سحر الجھی، کھوئی اور ڈری ہوئی لگی اور اس کی آواز پر وہ پھر سے چونکی۔لاشعوری طور پر اس نے چاہا تھا کہ اس کا دھیان بھٹک جائے۔

”جی؟“اس نے ہونق ہوئے تاثرات سے پوچھا۔حارث جواباً اس کو دیکھتا رہا تو سحر نے نظریں ادھر ادھر گھمائیں۔

”تمہیں کیا چیز پریشان کر رہی ہے؟ میں، یہ کٹ یا ایکسیڈنٹ؟“اس نے ٹھنڈے انداز میں کہنا شروع کیا۔

”کچھ بھی نہیں۔“وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔ہاتھ اسی خلا میں بھرا تھا۔حارث کے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی پوروں میں اس کا خون رچ بس سا گیا تھا۔

"راحم کا نمبر ملا کر دو مجھے وہ تمہیں آ کر لے جائے، آج گھر پر ہی تھا وہ، گاڑی کے دونوں ٹائر پنکچر ہیں۔" اس نے تفصیل سے اس سے کہا، انداز سپاٹ ہوا۔ دل نے ابھی بھی اس کو نرمی کی لگا میں ڈال رکھی تھیں۔

"میرا موبائل پیچھے بیگ میں ہیں۔" اس نے چہرہ پیچھے کی جانب پھیرا۔ حارث کو اس کے کان کی لو میں چمکتے گلابی نگینے دکھے، اور پھر اس کا سپاٹ چہرہ بدلا۔ کوئی مومی تاثر سا ان میں در آیا۔ گلے میں گلٹی سی نکلی گئی۔

"میرا موبائل لو۔" اس نے جیب سے نکال فون اس کی جانب بڑھایا۔ وہ یہ سب جان بوجھ کر بس اس کا دھیان بھٹکانے کے لیے کر رہا تھا۔ وہ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی، رنگت زرد اور ہاتھ ٹھنڈا۔ کیا اس کو لڑائی جھگڑے اتنے خوفزدہ کرتے ہیں۔ ذہن میں ایک بات کوندی۔

"میں دس منٹ تک آتا ہوں۔ گاڑی لاک کرو اور میرا علاوہ کوئی آئے دروازہ نہیں کھولنا۔ راحم کو کال کرو اور لوکیشن سینڈ کرو میں تب تک آتا ہوں۔"

سحر نے اسی کھوئے ہوئے انداز میں سر ہلایا۔ حلانکہ دل نے ہل چل مچائی کہ پوچھے۔ "کہا جا رہے ہو؟"۔ لیکن چپ سادھے بیٹھی رہی۔ حارث نے ہتھیلی کو واپس اس کی گود میں رکھا دو ٹشو اس کی طرف بڑھائے۔

"اس کو دبا کر رکھو، خون آہستہ آہستہ رک جائے گا۔ اس کو بدلے سے لہجے میں ہدایت دی۔

پھر وہ دروازہ کھول باہر نکلا، باہر ویسی ہی تپش زدہ گرمی تھی، اس نے تیز تیز قدم بھر فٹ پاتھ کی جانب اس پر چلنا شروع کیا۔

سحر اس کو آنکھیں چندھیائے سائیڈ مرر سے جاتا دیکھتی رہی، راحم کو وہ فون کر صورتِ حال کا احوال بتا چکی تھی۔ سر کو سیٹ کی پشت سے ٹکائے اس نے آنکھوں کو موندا۔ ذہن میں عجیب سی سوچیں ابھرنا شروع ہوئیں۔

اس کو حارث کا ساتھ خوش نہیں کرتا تھا اس کے ساتھ کا سوچنا خوش کرتا تھا، اس کی موجودگی خوش نہیں کرتی تھی اس کی موجودگی کا احساس خوش کرتا تھا۔ کچھ تھا غلط سا جو اس کا دل ڈوبا رہا تھا۔ لیکن پھر وہی لفظ محبت جو اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج کر اس کے دل کو سہارا دے دیتا تھا۔

Clubb of Quality Content

وقت دھیمی چال چلتا آگے بڑھا، سڑکوں پر بھاگتی سواریوں میں ان کی گاڑی بھی کھڑی رہی، تقریباً بیس منٹ بعد گاڑی کا لاک گاڑی کے کھلنے کی مخصوص آواز میں کھلااور اسی کے ساتھ سحر نے بھی آنکھوں کو کھولا۔ڈرائیونگ سیٹ پر حارث سرخ چہرہ جو کے گرمی کی تمازت سے تمتمارہا تھا لیے بیٹھا، چہرہ پسینے سے تر تھا۔

فوراً سے پہلے اس کا گود میں دھرا ہاتھ اپنے ہاتھ کے خلا میں بھرا۔ سحر نے اس کے دوسرے ہاتھ میں سفید لفافہ دیکھا اور وہ منٹ سے پہلے سمجھ گئی کہ اس میں کیا تھا؟ وہ پٹی کرنے کا سامان تھا۔

"کیا وہ اس کے لیے میڈیسن ڈھونڈنے نکلا تھا۔اوہ مائی گاڈ!" وہ دل میں گویا چیخی۔"وہ بھی اتنی گرمی میں۔" آنکھوں میں حیرت و خوشی بیک وقت در آئی۔ ہتھیلی کا درد، ماضی کا دھندلا تصور ،ایکسیڈنٹ اور درشت رویہ سب اس ایک سچے اور اپنے سے گمان تلے جا سوئے۔

"خون رک چکا ہے۔" حارث نے سرخ ٹشو کو اس کی ہتھیلی پر سے ہٹا کسی ڈاکٹر کی مانند کٹ کا جائزہ لیا جو ابھی بھی سرخ تھا۔

اس نے واپس نرمی سے ہاتھ اس کی گود میں رکھا۔اس کے رنگ برنگے فراک میں رکھا ہوا اس کا ہاتھ بھی ان رنگوں میں مل جل جاتا تھا۔

اب حارث پٹی کرنے کا سامان ایک ایک کر نکال کر کھولتے ہوئے ونڈ اسکرین کے قریب رکھ رہا تھا۔ سحر جبین کو اب ہر شے اچھی لگ رہی تھی۔

گھر سے نکلنے کے بعد جو جو ہوا، جس جس سے اس کو دکھ، تکلیف اور صدمہ سا پہنچا وہ محض حارث کے ایک فقط ایک اچھی عنایت تلے جا سوئے تھے، وہ بھی کبھی نہ جاگنے کے واسطے۔

حارث نے دونوں آستینوں کو موڑ اور اوپر چڑھایا۔ صاف ستھرے سے ہاتھوں والی مردانہ کلائیوں کی ابھری ہوئی نسیں۔ بے اختیاری میں سحر جبین کی نگاہوں کا مرکز بنیں۔ ویسے بھی وہ اچھی خاصی ورزشی جسامت کا مالک تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ویسے بھی اس کا ہر عمل حارث کے لیے بے اختیار ہوتا تھا۔ اسی بے اختیاری کے ساتھ اس کے ہاتھوں کا معائنہ کر وہ اس کے چہرے تک آئی۔ حارث اب دوبارہ سے اس کا ہاتھ اسی خلا میں بھرے، اینٹی سیپٹک پیڈ سے اسکے کٹ کے گرد پھیلا سرخ مائع صاف کر رہا تھا۔

اور سحر وہ ننھے بچوں والا اشتیاق لیے اس کو یکھ رہی تھی۔ گھنگریالے بال جو دائیں جانب ابھی بھی سلیقے سے جمے تھے۔ سرخ پڑتی رنگت جو اب ٹھیک ہو رہی تھی، غلافی آنکھیں جو انہماک سے

اس کی ہتھیلی پر جمی تھیں۔ہلکی چھوٹی شیو اور پھر اس کی نظر اس کی ٹھوڑی پر ٹک سی گئی،وجہ کیا تھی؟

وجہ اس کی ٹھوڑی پر موجود دو تل تھے، ہلکے سے بائیں جانب، داڑھی میں چھپے ہوئے بھی بے حد تک واضح اور اب تو وہ دیکھ بھی اس کو قریب سے رہی تھی۔

اس کی نگاہیں کبھی اس کی جھکی آنکھوں کی طرف اٹھتیں تو کبھی اس کے تھوڑی کے تلوں پر پھسلتیں۔سارے خوف کے احساسات جو وہ پہلے محسوس کر رہی تھی اب بھی سوئے رہے۔

اٹھتے بھی کیسے ؟ محبوب نے عنایت ہی ایسی کی تھی۔

حارث انہماک سے اس کی ہتھیلی کے گرد پٹی لپیٹ رہا تھا۔البتہ وہ اس کی نظروں کا طواف اپنے چہرے کے گرد بخوبی محسوس کر سکتا تھا۔

"تم لوگ کوئی ڈرائیور کیوں نہیں رکھتے، نا پیسے کی کمی ہے نا گاڑیوں کی۔" وہ اب ونڈ اسکرین پر رکھی ہوئی چھوٹی قینچی اٹھا رہا تھا۔

سحر نے ابرو سکیڑیں وہ جیسے چونکی، یا شاید اس کو کوئی چیز ناپسند گزری تھی۔

"کیا یہ کچھ پل خاموش نہیں رہ سکتا۔" اس نے مایوسی سے سوچا وہ اس کا چہرہ کچھ اور پل تکنا چاہتی تھی۔

"روبروی (ڈکیتی) کے بعد سے ڈیڈی نے کوئی ڈرائیور نہیں رکھا۔ روبری ڈرائیور نے کروائی تھی نا اس لیے۔" اس نے کندھوں سے پھسلتے بالوں کو پیچھے کی جانب جھٹکتے سنبھلتے ہوئے کہا۔

"ضروری نہیں نیا ڈرائیور بھی ایسا ہو، تمہیں اور بھابھی کو مسئلہ ہوتا ہوگا ایسے۔" اس کا انداز سادہ تھا۔

"بھابھی کو تو ڈرائیونگ آتی ہے، ان کو زیادہ اشو نہیں ہوتا، میں بھی سیکھ لوں گی، جلد ہی۔" اس نے بجھے ہوئی آواز میں کہا۔ یا کم از کم حارث کو انداز بجھا ہوا لگا۔

حارث نے نظریں اٹھا اس کو دیکھا، صحرا اس کی گئی پٹی کو دیکھ رہی تھی۔ جو صاف اور سفید تھی بس دوائی کا بھورا نشان نظر آ رہا تھا۔

اب وہ کچھ الجھی نگاہوں سے اس کو تک رہا تھا۔ ایک پل، دو پل اور تیسرے پل سحر نے بھی نگاہیں اوپر اٹھائیں۔ دونوں کی نظریں ملیں، سحر کا دل ڈوب کر دھڑکا وہ اس کو انہیں نظروں سے دیکھ رہی تھی جن سے وہ چاہتی تھی وہ نہ دیکھے۔ پر اس کی ان نظروں کا مفہوم کیا تھا؟

گلے میں گلٹی ابھری۔ نظروں کا رخ بدلا۔اس نے اپنی ہتھیلی کو اس خلا سے ہٹایا۔اس ہاتھ کے خلا کی طرح ان کے درمیان اور بھی بہت سے خلا تھے ایک عنایت سے وہ ابھی مٹ نہیں سکتے تھے۔درد کی ایک ٹیس سی بازو میں کوندی، آنکھوں کو میچ وہ سیٹ پر صحیح سے بیٹھی اور نظروں کو باہر ونڈ اسکرین سے نظر آتی گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں پر ٹکایا۔

حارث اسی رخ بیٹھا اسے دیکھے گیا۔اس نے سحر کے نیم داہنے رخ سے نظر آتے اضطراب کو بخوبی محسوس کیا۔

"تمہیں میری موجودگی پریشان کرتی ہے سحر۔" وہ اس کو بتا رہا تھا پوچھ نہیں رہا تھا۔سحر نے تیز تیز آنکھوں کو جھپکا۔

"نہیں ایسا نہیں ہے۔مجھے آپ کیوں پریشان کریں گے؟"اس نے بغیر اس کو دیکھے جواب دیا۔

"اچھا تو تم نے یہ کیوں کہا کہ تم ڈرائیونگ سیکھ لو گی؟ تمہاری بات سے مجھے لگا جیسے تمہیں میرا راحم کی جگہ پک اینڈ ڈراپ کرنا پسند نہیں آیا۔"انداز بے لچک ہوا۔

"ایسی بات نہیں ہے، ڈرائیونگ سیکھنا اچھی بات ہے،میں نے ایک بات کی ہے آپ اور راحم مجھے فیور دے رہیں میں بلکل بھی انگریٹفل (ناشکری) نہیں ہوں اسکے لیے۔"

اس نے تیزی سے کہا۔وہ اس دھوپ چھاؤں جیسے انسان کی طرف سے مزید کوئی تلخ کلامی نہیں سننا چاہتی تھی۔

حارث نے رخ سامنے کی جانب کیا۔لب بھینچے ہوئے تھے۔چہرہ سپاٹ لگ رہا تھا۔سحر نے کن اکھیوں سے اس کو دیکھا۔اس کی خاموشی نے بے اختیار ہی اس کا دل برا کیا۔جانے انجانے میں دعا کی کہ راحم جلدی سے آجائے۔

''سوری اس دن میں تمہارے ساتھ حارش ہوا۔'' حارث نے ٹھہر ٹھہر کر چہرہ پھیر اس کا نیم رخ دیکھتے ہوئے کہا۔

سحر جبین کو دنیا کی گردش کچھ پلوں کے لیے رکتی محسوس ہوئی،آنکھوں میں دنیا جہاں کی تحیر اٹد آئی،یہ وہ آخری بات بھی نہیں تھی جو وہ اس پل اس سے امید کر رہی تھی،بلکہ سوری کا ایک لفظ وہ بھی حارث کی طرف سے۔

وہ گردن نہ چہرہ اس جانب پھیر سکی۔پر حارث اسے ہی دیکھ رہا تھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

”کوئی بات نہیں۔“اس نے بھی ٹھہر ٹھہر کہا”اور بینڈ تج کے لیے شکریہ۔“مدہم آواز میں شکریہ بھی ادا کیا۔ نظریں باہر کو ٹکی رہیں۔ چھوٹی بھوری آنکھوں میں خوشی کے دیے جلنا شروع ہوئے۔وہ عجیب تھی پہلے اسی کی وجہ سے رونا اور اب یوں خوش ہو جانا۔

حارث نے گہری سانس بھری۔

” تم اتنے دنوں سے اپنی پھپھو کے گھر بھی نہیں آئی؟“ حارث نے سادہ سے انداز میں پوچھا۔البتہ آنکھوں میں سوچ کی لکیریں تھیں۔

”کونسی پھپھو؟“

” تبسم پھپھو۔“حارث نے منہ کا زاویہ بگاڑا۔

”میں آؤں گی۔“

اس نے ہاتھ کی پوروں سے سفید پٹی کو چھوا۔انداز محسور کن اور کھویا ہوا۔اور یہ دوسری بات تھی جس کی وہ امید نہیں رکھتی تھی کہ وہ کبھی اس سے پوچھے گا۔کہ وہ تبسم یعنی اس کی ممی یعنی اس کے گھر کیوں نہیں آئی ؟آنکھوں میں حیرت امڈی۔کیا وہ اس کی موجودگی کو نوٹس کرتا تھا ؟خوشی کے دیے اور زور سے چمکے۔وہ یوں پوچھتے ہوئے کتنا اچھا لگا تھا اسے وہ اندازہ نہ کر سکی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حارث نے سر ہلا اپنا رخ سامنے کی جانب کیا۔ پھر گاڑی سے باہر نکلا سڑک کے ایک طرف کھڑے ہو اس نے ہاتھ میں تھامی بوتل سے اپنے دھونے ہاتھ باری باری نفاست سے دھوئے اور واپس سے گاڑی میں آن بیٹھا۔ پھر ٹشو سے نفاست سے اپنے ہاتھ خشک کیے اور بازؤں کی آستینیں نیچے کو کیں۔

گہری اور ٹھہری ہوئی خاموشی باہر دیکھتی سحر اور کچھ سوچتے ہوئے حارث کے درمیان حائل رہی کچھ پل گزرے تو حارث نے سنجیدگی سے پوچھا۔

”تم نے پینٹنگ کیوں چوز کی سحر؟ ایس آپروفیشن۔ مطلب اکثر لوگ اس کو ایس آ ہوبی (مشغلے کے طور پر) چوز کرتے ہیں، یا بس فارغ وقت کے لیے رکھ چھوڑتے ہیں۔“ سحر نے محسوس کیا اس کے سوال میں کچھ جان لینے کی چاہ تھی کوئی، گہرائی، تجسس، کچھ تو تھا۔

”میں نے پینٹنگ کو چوز نہیں کیا، اس نے مجھے خود چوز کیا ہے۔“ اس نے باہر نظروں کو ٹکائے بتایا۔ حارث نے چہرہ پھیر اس کو دیکھا۔ اس کی نظریں باہر کی جانب ٹکی تھیں۔ گلابی نگینے بالوں میں چھپے ہوئے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ چاہ کرے۔ پر ٹو بی ویری اونسٹ (سچائی کے ساتھ) میں نے کبھی اس پروفیشن میں آنا نہیں چاہا تھا۔ ایس آپروفیشن تو بلکل بھی نہیں۔ بٹ۔" وہ ٹھہری اور اب کہ اس نے چہرہ پھیر اس کو دیکھا آنکھوں میں چمک ویسی کی ویسی رہی۔ حارث نے فوراً سے پہلے نظروں کا رخ بدلا۔ جانے کیوں وہ ان ہلکی بھوری آنکھوں میں دیکھنے سے کترایا؟

چہرے پر خاموش اضطراب چھایا۔ وہ جانتا تھا وہ کیا کہے گی۔ دل میں افسوس سا جاگ اٹھا۔

"مجھے آپ نے بہت پہلے کہا تھا جو تمہیں ان چاہے میں مل جائے اس کا خیال رکھنا چاہیے، اس کی قدر کرنی چاہیے، اس کو نکھارنا چاہیے میں بھی یہی کر رہی ہوں۔"

حارث کے دل نے پہلو بدلا، بدقت سر کو جنش دی۔ البتہ اس نے بھی نظروں کا رخ بدلا۔ گاڑی میں کچھ پل خاموشی چھائی رہی، حارث کچھ بولا نہ سحر۔

خاموشی میں مداخلت گاری کے شیشے میں ہونے والی ٹھک ٹھک نے کی تھی۔ سحر نے چہرہ گھما دیکھا تو باہر راحم گرمی کی حدت کے باعث سرخ چہرہ لیے کھڑا تھا۔ اس نے چہرہ حارث کی جانب گھمایا تو حارث کو اپنی جانب کا دروازہ کھول باہر نکلتے پایا۔

وہ کشمکش میں بیٹھی رہی کہ آیا باہر نکلے یا نہ۔ کیونکہ وہ دونوں باہر کھڑے گاڑی کو دیکھتے ہوئے خاصی بحث میں الجھ چکے تھے۔ راحم خفگی سے کچھ کہہ رہا تھا وحارث منہ کے زاویے بگاڑے اس کو سن رہا تھا۔ پھر بحث ختم ہوئی۔ راحم اس کے دروازے کی جانب آیا اور دروازہ کھول جیسے ہی نظر اس کے ہاتھ پر پڑی تو بول اٹھا۔

"اللہ اب آپ کو یہ چوٹ کیسے لگی۔" آنکھیں مشکوک انداز میں سکڑیں۔ سحر کو اس کی فکر اچھی لگی۔ وہ اب گاڑی سے باہر نکل رہی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ حارث نے اس کو اس بارے میں کچھ بتایا تھا یا نہیں اس لیے خاموش رہی۔ البتہ وہ اس کو دیکھ مسکرائی ضرور تھی۔

"میرا سامان۔" اس نے پچھلی سیٹ کی جانب اشارہ کیا۔ لاہور کی سڑکیں ویسے ہی مصروف اور سورج گرم تھا۔ ہوا بند اور حبس گھٹن ویسے ہی برقرار۔

"میں نکالتا ہوں۔" وہ اتنا کہہ پچھلا دروازہ کھول اندر گھسا۔ اس کا انارکلی کے طرز والا رنگ برنگا فراق اس دھوپ میں کھلا ہوا لگ رہا تھا اس کے روشن چہرے کی طرح، نگینوں کی چمک دیدنی تھی۔ بالوں کو پیچھے جھٹک اس نے حارث کو اپنی طرف آتے دیکھا تو نا محسوس انداز میں فٹ پاتھ پر چڑ گئی۔ ان کی سفید آلٹو کے پیچھے ہی راحم کی سلور آلٹو کھڑی تھی، بلکل ٹپ ٹاپ حالت میں۔

Clubb of Quality Content

"چلیے آئیں، گرمی بہت ہے۔" وہ اس کا سامان لیے اس کو آگے جانے کی تعقید کرتا اپنی ٹپ ٹاپ آلٹو کی جانب بڑھا۔ سحر نے کن اکھیوں سے اپنے قریب مگر سڑک اور سفید آلٹو کے درمیان کھڑے حارث کو دیکھا۔

پھر قدم بڑھاتے بڑھاتے رکی۔

"آپ نہیں چلیں گے؟" حارث نے اس کی دھیمی آواز میں پوچھے جانے والے سوال پر محض نظریں اس پر مرکوز کیں۔

"تمہیں درد نہیں ہو رہا؟" اس نے سفید پٹی میں بندھے ہوئے اس کے ہاتھ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں اب اتنا زیادہ نہیں ہو رہا۔" اس نے نرمی سے بتایا۔ نظریں راحم کی طرف تھیں۔ جو اس کو گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

"کیا پہلے زیادہ ہو رہا تھا؟"

"نہیں تب بھی زیادہ نہیں تھا۔"

"پھر تم اتنا رو کیوں رہی تھی۔" اب کہ سحر کو اس کی جانب دیکھنا پڑا۔ وہ نارمل لگ رہا تھا، پر سوال مشکوک تھا کم از کم سحر کو تو ایسے ہی لگا۔

"پتا نہیں۔" اس کو شرمندگی ہوئی۔ کیا اب وہ اس کے رونے پر خفا ہو گا یا غصہ کرے گا، یا اگر وہ نارمل ہے تو شاید اب اس کا مذاق اڑائے۔ اس کی آنکھوں میں یکدم بے چینی بھری خفگی لہرائی۔

"سب کہ سینٹی مینٹس (حساسیات) الگ ہوتے ہیں، رونا آگیا تو آگیا بس بات ختم، اتنے سوال کرنے کی تو کوئی بات نہیں ہے اور لڑکیوں سے زیادہ اور کم رونے کی وجہ نہیں پوچھتے۔"

اپنے اندازے کے مطابق اس کی کوئی بھی سخت سست سننے سے پہلے، نہایت خفگی میں اس نے حارث سے کہا، آواز مدھم رہی۔ بالوں کو اسی پٹی والے ہاتھ سے جھٹکا اور راحم کی گاڑی کی طرف بڑھی۔

حارث کے ابرو سکڑے۔ بالوں میں ہاتھ پھیر اس نے سوچا۔

"میں نے تو بس پوچھا تھا، میری بلا سے جتنا مرضی روئیں لڑکیاں۔" کندھے اچکا بڑبڑایا۔

"چلو اب تم۔" وہ ابھی بھی خفا تھی اور اسی خفگی سے اس نے راحم سے کہا۔

"بھائی نے بھی جانا ہے کیوں مجھے جہنم واصل کروانا چاہتی ہیں ان کے ذریعے۔" راحم نے واضح تپے ہوئے انداز میں کہا۔ سحر جبین کی آنکھوں میں خفگی کچھ اور بڑھی۔

اس نے حارث کو راحم کی طرف والے دروازے کا شیشہ دو انگلیوں سے بجاتے ہوئے دیکھا۔ سحر نے نظروں کا رخ اپنی ہتھیلی پہ کی جانے والی پٹی کی طرف بے وجہ ہی مرکوز کیا۔ اور اس بے وجہ میں ہی اسے اندازہ ہوا کہ پٹی بہت اچھے طریقے سے کی گئی تھی۔

"علی اسی ایریا میں ہے میں اس کے ساتھ چلا جاؤں گا تم دونوں دھیان سے جانا اور گاڑی ریپئر کروا کر میں رات کو لے آؤں گا، ممی کو بتا دینا۔ اور گاڑی دھیان سے چلانا۔" وہ گاڑی کے شیشے پر جھکا نرم لہجے میں اس کو تعقید کر رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"جی فکر مت کریں آپ کی طرح نہیں بلکہ دھیان سے ہی چلاؤں گا۔" راحم نے تپے ہوئے انداز میں کہا۔ حارث نے ایک ابرو اچکا کر پہلے اس کو اور ساتھ بیٹھی بظاہر اپنی ہی دنیا میں نظر آتی سحر جبین کو دیکھا۔ پر وہ جانتا تھا کان اس کے ادھر ہی تھے۔ آنکھوں کو گھمائے وہ گاڑی کے شیشے پر سے ہٹا ابھی راحم شیشہ اوپر کر ہی رہا تھا کہ حارث بول اٹھا۔

"چلو اب جاؤ۔ گاڑی کا دکھ لیے رونے مت بیٹھ جانا اپنی سحر آپی کی طرح۔"

واضح مسکراتی آواز پر ان دونوں نے چہرہ اس کی طرف کیا۔ راحم چونکا اور سحر بری طرح بوکھلائی وہ اچھی طرح جانتی تھی اس نے یہ بات کیوں کہی تھی۔ حارث اب مسکراتی غلافی آنکھیں لیے اپنی سفید آلٹو تک جا رہا تھا۔

"آپ روئی تھیں کیا؟" راحم نے نرم سی آواز میں سحر سے پوچھا۔ اس نے زور سے آنکھوں کو میچا۔

"میں کیوں روؤں گی بھلا۔" اس نے بات مکھی کی مانند اڑانا چاہی۔ البتہ دل میں خفگی کوندی۔ اگر اس نے رونے کی وجہ نہ بتانے پر خفگی کا اظہار کیا تو ضروری نہیں تھا وہ ٹھوڑی پر تلوں والا یوں کرتا۔

"پھر بھائی نے کیوں کہا ہے۔"

"تمہیں بھی تو کہا ہے۔" وہ بنا تردد کے بولی۔ راحم سیدھی صاف ستھری سڑک پر گاڑی ڈال چکا تھا۔ اور بہت احتیاط سے گاڑی چلا رہا تھا۔

Clubb of Quality Content!

"چلیں میرا تو سمجھ آتا ہے میں گاڑیوں کے معاملے میں ٹچی ہوں پر آپ کیوں روئیں۔" وہ مصر ہوا۔ گاڑی چلانے کے دوران راحم کا دھیان اس کی ہتھیلی کی چوٹ کی طرف نہیں گیا تھا۔ اگر جاتا تو وہ شاید اپنے سے اندازہ لگا دوبارہ نہ ہی پوچھتا۔

"لڑکیوں سے ان کے رونے کی وجہ نہیں پوچھتے۔" اپنی طرف سے بردبانہ نصیحت کی۔ "اور تنگ مت کرو پھپھو کو بتا دوں گی تمہارا۔" ڈپٹ کر دھمکی بھی دی۔

"بہت ہی معصوم دھمکی ہے یہ جبین آپی۔"

وہ کچھ نہ بولی، مایوسی سے سر جھٹکا۔ سحر جبین کا اب دل دکھ رہا تھا۔ حارث نے اس کی خفگی کا یوں حساب برابر کیا تھا۔ پر اگر وہ روپڑی تھی تو اس کو چاہیے تھا نہ کہ وہ اس کے رونے کا بھرم رکھ لیتا ، کیا ہر جگہ پر حساب چکتا کرنا ضروری ہے۔ یا شاید اس کے لیے یہ ضروری تھا۔ ایک بات جو اس کا دل اور دماغ دونوں کہہ رہے تھے وہ تھی کہ

"حارث رحمان اپنے حساب برابر رکھتا ہے چاہے حساب چھوٹا ہو یا برا۔ باتوں تک ہو یاں کسی قسم کے نقصان تک" اس نے بے اختیار جھرجھری سی لی۔ راحم دھیمی رفتار میں اب یوٹرن لے رہا تھا۔

"چوٹ لگ گئی اس لیے روپڑی اب پلیز یہ مت پوچھنا کیسے لگی۔ مجھے اب جلدی سے سکول اتار دو بہت لیٹ ہو گئی ہوں میں آج۔"

راحم کے دوبارہ اچھے بچوں کی طرح شرافت سے کچھ نہ پوچھنے پر اس کو معصوم سی دھمکی کا احساس ہوا تو اس نے وضاحت دی۔ آواز میں نرمی سموئے اس نے راحم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آج چھٹی کر لیں آئیں آپکو ناشتہ کرواتا ہوں، نان چنے یا حلوہ پوری؟" راحم نے بھی نرمی سے اسے ناشتے کی آفر دے ڈالی۔ وہ میٹھا سا مسکرائی۔

راحم کا نیم رخ حارث سے بہت مماثلت رکھتا تھا۔ ہاں وہ حارث جتنا چست جسامت اور قد کاٹھ کا مالک نہیں تھا، لیکن پھر بھی ان میں مماثلت تھی سحر نے اس سے بات کرتے ہوئے یہ بے اختیاری میں نوٹ کیا۔ لیکن راحم نرم مزاج کا مالک تھا اور حارث وہ غصہ ہوتا تھا تو جو بھی سامنے ہو اس پر نکالنا ضروری سمجھتا تھا۔

وہ اسی بے اختاری کو ذہن میں لیے ان دونوں میں ناچاہتے ہوئے بھی فرق اور موازنہ کر رہی تھی۔

"بتائیں آپی کیا کھائیں گی۔"

وہ چونکی اور پھر بولی۔ "جو تم کھلا دو۔"

"چلیں پھر ٹھیک ہے۔" اس نے گاڑی کی رفتار ہلکی سی بڑھائی۔ سحر جبین نے گہری سانس بھر اپنی ہتھیلی پر بندھی پٹی کو دیکھا، اور دوسرے پل اس کو وہ سارے منفی فرق بھول بیٹھے جو اس نے دو بھائیوں کے فرق سے اخذ کیے تھے۔

"کوئی بات نہیں وہ غصہ کر خیال بھی تو رکھتا ہے، اگر اس کو میرا خیال نہ ہوتا تو میرے لیے اتنی گرمی میں جا کر دوائیاں ہی کیوں لاتا؟" دل میں اس سوچ کے آتے ہی سکون پھیلتا چلا گیا۔ گاڑی کی ونڈ اسکرین سے ٹکراتی سورج کی تیز روشنیوں نے اس کے نگینوں کی چمک کو بڑھایا۔ اس روشنی میں اس کا چہرہ موم سے بنا ہوا لگتا تھا۔ اس موم سے جو کسی بہت پیارے کی سوچ کے آتے ہی پگھل جاتی ہے۔

دل نے اس ذہن میں ہوئے فرق کو دھپ سے اسی موم میں پگھلایا۔ پٹی کو دیکھتے دل نے ہانک سی لگائی۔

"جو بھی ہو وہ ٹھوڑی پر تلوں والا پٹی بہت نفاست سے کرتا تھا۔" پھر وہ مسکرا دی۔

تپتی دھوپ میں لاہور کی سڑکوں پر مناسب رفتار سے بھاگتی ان کی گاڑی بھی اب اندرونِ لاہور کی گلیوں میں گامزن ہو رہی تھی۔

☆☆☆

منگل سے لے کر جمعے کے دن تک توراوی نے چین ہی چین گایا۔ وہ صبح تر و تازہ سا آتا اور دھوپ میں گاڑی کو احتیاط سے چلاتا لاہور کی سڑکوں سے گزرتا ہوا سحر جبین کو اس کی منزل تک اتار دو بار اس کے مقررہ وقت پر اس کو پک کرتا۔ پر آج وہ پچھلے دنوں کی مناسبت سے لاہور میں چھائی دھوپ کی مانند خاموش اور لاہور میں چلتی ہوا کی مانند تاثرات سے ٹھنڈا الگ رہا تھا۔ آج حلیہ رف سا تھا پر وہ پھر بھی لاپرواہ سے حلیے میں سحر جبین کو اچھا لگ رہا تھا۔ گاڑی کی رفتار معمول سے کچھ تیز ہی تھی۔ البتہ سڑکوں پر ٹریفک کم تھی۔ غالباً وہ اسی لیے تیز چلا رہا تھا۔ نہیں تو باقی دنوں میں اس نے بہت احتیاط سے گاڑی چلائی تھی۔

پر آج وہ لب سختی سے پیوست کیے مضبوط ہاتھوں کو اسٹیرنگ پر جمائے ناک کی سیدھ میں دیکھتا گاڑی چلا رہا تھا۔ سحر جبین کن اکھیوں سے دو تین بار دیکھ اپنے تعین رازدرانہ انداز میں باقاعدہ اس کا من ہی من معائنہ کر چکی تھی۔

”سحر تم ڈاکٹر ہو۔“ وہ جو چپ کا روزہ رکھ بیٹھا تھا اچانک ہی بولا تو وہ اس عجیب سے سوال پر حیران اور چونک سی گئی۔

”نہیں۔“ بے حد ہونقوں کی طرح جواب دے اس نے چہرہ اس کی طرف پھیرا۔

”تو میرا معائنہ کیوں کر رہی ہوں کیا مریض لگ رہا ہوں تمہیں؟“ اور اس کے قدرے درست انداز پر وہ سٹپٹائی بے اختیار تھوک نگل کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

”میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ وہ آپ غصے میں لگ رہے تو بس تھوڑا تھوڑا دیکھا ہے آپکو۔“ صاف گوئی اور منمناہٹ میں دی گئی وضاحت میں جانے ایسا کیا تھا کہ حارث کے چہرے پر دراڑ سی پڑی۔ چہرہ پھیرا اس کو دیکھا جواب بھی کن اکھیوں سے کبھی کبھی اسے دیکھتی اور کبھی باہر دیکھنے میں ہلکان ہوئے جا رہی تھی۔

”تھوڑا تھوڑا تو کوئی نہیں دیکھتا سحر میڈم سب پورا پورا ہی دیکھتے ہیں۔“ بظاہر آواز کو سنجیدی رکھ کہا لیکن چہرہ صاف چرانے والا تھا۔ جو دراڑ اس کی منمناہٹ سے پڑی وہ پوری طرح چیخ چکی تھی بس وہ ظاہر نہیں کر رہا تھا۔

”میں نے نہیں دیکھا۔“

سحر کی آواز میں وہی بھنبھناہٹ اور منمناہٹ۔ نظریں کھڑکی سے باہر۔آج اس نے سیاہ لمبی ہاف سلیو لیس قمیض پہنی ہوئی تھی اور ہم رنگ کھلا پلازو۔کرل شدہ بال اور وہی گلابی چمکتے نگینے۔چہرہ جواب بوکھلایا ہوا تھا۔آج ہلکے پھلکے میک اپ سے آراستہ تھا۔

"کیوں میں دیکھنے کے لائق نہیں ہوں۔" یکدم سنجیدہ انداز سحر کے پیٹ میں گرہیں ڈال گیا۔دل ڈوبا اب کیا وہ غصہ کرے گا،گلہ خشک سا ہوا۔

اب بھلاں اس بات کا کیا جواب دے۔

"بولو۔" سنجیدہ آواز میں بولنے پر اکسایا۔

"سوری میں اس وجہ سے آپ کو نہیں دیکھ رہی تھی بس اندازہ۔۔۔" ابھی وہ معافی نامہ خشک ہوتا گلہ تر کرتے پیش کر ہی رہی تھی کہ حارث کا قہقہ ساعتوں سے آن ٹکرایا۔تعجب اور حیران پریشان سا چہرہ اس کی طرف پھیرا جواب گاڑی سائیڈ پر لگا رہا تھا۔

رنگت سرخ اور آنکھیں چھوٹی کیے وہ ہنستا ہی چلا گیا۔سحر کی ابرو سکڑیں۔آگے پیچھے دیکھا کہ آیا اس نے کہیں راہ چلتی گاڑی پر لکھا کوئی لطیفہ تو نہیں پڑھ لیا۔

بمشکل ہی اپنی ہنسی پر قابو پاتے ہوئے اس نے بالوں میں ہاتھ چلایا۔ہنسنے کے باعث سرخ چہرہ لیے، ٹکر ٹکر حیران سا چہرہ لیے خود کو تکتی، سحر کو دیکھا۔

"تم عورتیں کتنی بونگی ہوتی ہو سحر مذاق،انداز باتیں کچھ نہیں سمجھتیں۔" وہ ملامت بھرا طنز کر رہا تھا۔ سمجھی تو وہ ابھی بھی نہیں تھی بس اس کو ٹکر ٹکر دیکھنے کے بعد باہر خفیف سا چہرہ لیے دیکھنے لگی۔البتہ وہ ابھی بھی ہنس رہا تھا۔

"ویسے تم ایک زمانے میں مجھے سٹاک کرتی رہی ہو۔" سحر کو لگا حارث کا مسکراتا لہجہ اس کو کچھ باور کروا رہا تھا۔

"میں بھلا آپ کو کیوں سٹاک کروں گی؟ جانے کس زمانے کی بات کر رہے ہیں آپ۔" یکدم حاوی ہوتی بوکھلاہٹ پر قابو پا، وہ منمنائی اس کا انداز اس کو چور دکھا رہا تھا۔

"یہ تو تم بتاؤ ایسا کیا جاننا چاہتی ہو جو تمہیں مجھے سٹاک کرنے پر مجبور کرتا تھا۔" صاف زچ کر کسی سے کچھ اگلوانے والا انداز۔

"دیکھیں آپ مجھے چپ چپ لگ رہے تھے" اس نے غصے کا لفظ دانستہ طور پر استعمال نہیں کیا تھا۔"بس میں نے دیکھنے کی کوشش کی تھی۔" وہ اب جھنجھلا کر باہر دیکھے کہہ رہی تھی۔

"دیکھا تو تھا ناں۔" وہ اپنی بات پر قائم رہا۔اور سحر جبین کا دل چاہا اپنا سر پیٹ ڈالے وہ خو مخواہ بات کو طول دے رہا تھا۔

"مجھے دیکھنے کے علاوہ تم مجھ سے پوچھتی تو تمہیں بتا دیتا کہ میں آج کس موڈ میں ہوں۔ایویں ہی خود کو ہلکان کیا۔" سحر کا چہرہ خجالت سے پُر ہوا۔

"آپ سے پوچھتی تو بتا دیتے آپ؟" سحر کا انداز لیا دیا ہوا۔

"ہاں، سو فیصد۔" وہی لہجہ جو اس گفتگو کے زیرِ اثر جانے کہاں سے آگیا تھا؟

"کس موڈ میں ہیں آپ؟"

چہرہ اس کی طرف پھیر حتی المقدور بے تاثر بنانا چاہا۔وہ اس کو ہی دیکھ رہا تھا، مسکراتے اور محظوظ ہوتے تاثرات لیے۔ سحر کے دل کو دھکا سا لگا وہ اس کا بس مذاق بنا رہا تھا۔کیا وہ نہیں جانتی نہیں تھی کہ حارث رحمان اپنے متعلق کوئی بات کسی کو بھنک بھی نہیں لگنے دیتا وہ تو پھر سحر تھی۔دل مثمر دہ سا ہوا تو وہ باہر ایک بار پھر باہر دیکھنے لگی، گاڑی ویسے ہی ایک سائیڈ پر لگی اپنے آگے پیچھے بھاگتی سواریوں کو دیکھ رہی تھی۔کچھ لمحے خاموشی چھائی رہی تو وہ باہر دیکھتے ہوئے کوفت زدہ سی ہونا شروع ہوئی۔اب یہ گاڑی کیوں نہیں چلا رہا؟ دل میں کلسی۔

”میں نے ناشتہ نہیں کیا اس لیے ایسے چپ تھا۔اور جب میں کچھ کھاتا نہیں تو دماغ نہیں چلتا میرا، پر میں برے موڈ میں نہیں ہوں۔تم جانے کیوں سمجھتی ہو کہ میں ہر وقت انگارے چبائے رکھتا ہوں۔“ سنجیدہ سی دی گئی وضاحت کہ آخر میں وہ طنز کرنا نہیں بھولا تھا۔

اور سحر جبین بلکہ بونگی سحر جبین جس کا کچھ پل پہلے اس شخص نے مذاق اڑایا تھا۔اس کی طنز میں ڈوبی وضاحت پر بھی اس کے متعلق کیے گئے اپنے اندازے پر دل میں پشیمان سی ہوئی،اور اس کی فکر میں بول بیٹھی۔

”تو آپ ناشتہ کر لیں۔“ اس کو مشورہ دے اس نے باقاعدہ کھڑکی سے باہر دیکھ کوئی بیکری یا فوڈ شاپ دیکھنے کی سعی کی۔

”نہیں تم لیٹ ہو جاؤ گی۔“ اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

”نہیں میں لیٹ نہیں ہوں گی۔ویسے بھی میرا کام دس بجے کے بعد سٹارٹ ہوتا ہے ابھی بس نو بجے ہیں۔“ اس نے تیزی سے کہا۔

حارث نے اس کو دیکھا اس کا چہرہ تفکر سے پر تھا۔ جھنجھلاہٹ، بوکھلاہٹ اور پھر پریشانی وہ ایک شخص اس کو مختلف تاثرات سے دوچار کرتا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

''آر یو شیور۔''

''جی جی۔'' اس نے بچوں کی طرح سر کو اوپر نیچے جنبش دی۔حارث نے بھی کندھے اچکادیے، گاڑی کو سڑک پر ڈالتے ہوئے وہ اب ہلکے پھلکے موڈ میں لگ رہا تھا۔

''ویسے پھپھو نے آپ کو بغیر ناشتے کے آنے کیسے دیا؟''اس نے چہرہ پھیر حارث کو دیکھ کر کہا۔پر اس نے دیکھا وہ چونکا تھا۔کہیں اس کو برا تو نہیں لگ گیا کچھ ؟''اس کا چونکنا اس کو یکدم پریشان کر گیا۔''میرا مطلب پھپھو کھانے پینے کے معاملے میں سخت، ہیں مطلب وہ خالی پیٹ کہیں آنے جانے نہیں دیتیں۔''اس نے کن اکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں میں کل دوست کی طرف رک گیا تھا اور وہیں سے آیا ہوں تمہیں پک کرنے۔''

اس نے اسٹیرنگ کو مضبوط ہاتھوں سے گھماتے ہوئے کہا۔سحر نے بظاہر تو اس کی وضاحت سن سر ہلایا لیکن دل میں ایک کونپل سی کھلی وہ آج اس کو اچھے موڈ کے ساتھ وضاحت دے رہا تھا ۔چاہے نپی تلی لیکن دے تو رہا تھا۔وہ پیاری سی کونپل اس کے دل سے ہوتی اس کے چہرے پر بھی بکھر گئی۔وہ ایسا ہی رہے تو سب کتنا اچھا رہے۔اس کونپل نے دل میں ایک خوہش کو جگمگایا۔ابھی وہ اسی خواہش کے زیرِاثر تھی جب قدموں میں پڑے بیگ میں تھرتھراہٹ ہوتی

ہوئی گاڑی میں گونجی۔حارث نے بھی نظر سحر کی جانب کی جواب جھکتے ہوئے بیگ کو گود میں رکھنے کے لیے اٹھا رہی تھی۔

سحر نے کان کے پیچھے بال اڑسے تو اسی پل اس نے وہ دیکھا جو اس کا دل،دماغ چہرہ سب بدلنے کی طاقت رکھتے تھے۔گلابی نگینے اپنی پوری آب و تاب سے دمکتے ہوئے اس کی سیاہ غلافی آنکھوں میں چمک سی بکھیر گئے،دل بھی اک دم زور سے دھڑکا تو چہرے کے تاثرات بدلے،اس کا چہرہ سارا کا سارا بدل گیا۔لمحے کہ ہزارویں حصے میں ان نگینوں نے انگنت تاثرات اس کے چہرے پر بکھیر دیے کہ دوسرے ہی پل ان کو پہچاننا خود حارث کے لیے بھی مشکل تھا۔گلے میں گلٹی ڈوب سی گئی بلکل دل کی طرح۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اب وہ اس کو نہیں دیکھ رہا تھا۔جو کان سے فون لگائے مصروف سی دھیمی آواز میں کسی سے بات کر رہی تھی۔وہ بول رہی تھی پر وہ کچھ سن نہیں پا رہا تھا۔ان سارے تاثرات کی جگہ پھر کوفت نے لے لی۔گاڑی کو ایک جگہ لگا وہ دروازہ کھول باہر نکلا جہاں قطار در قطار بیکریاں اپنے انداز اور سجاوٹ سے آراستہ ہوئی کھڑی تھیں۔

اس نے زور زور سے نفی میں سر ہلا بالوں میں ہاتھ چلایا۔

"ہرگز نہیں حارث یہ لوگ اس قابل نہیں کہ ان کے لیے خود کو کچھ ایسا ویسا محسوس کروایا جائے۔" ہلکی بے حد ہلکی آواز میں خود کو باور کرواوہ ایک سفید اور سبز بیکری میں گھسا۔

"پر کیا اس لمحے کی تاثیر نے حارث کے لیے کچھ بدلا تھا، کیا واقع ہی؟"

پیچھے سحر جبین نے گاڑی کی کھڑکی میں ہاتھ ٹکائے اس کو تب تک دیکھا جب تک وہ بیکری کے دروازے کے پار نہیں چلا گیا، چہرے پر وہی کونپل بکھری رہی، نگینے چمکتے رہے۔ بالوں کو پیچھے اسی زخمی ہتھیلی والے ہاتھ سے پیچھے جھٹکا تو ایک درد سا ہوا اٹھا۔اس ہاتھ کو چھوٹی ہلکی بھوری آنکھوں کے سامنے کیا، وہ پٹی تبدیل شدہ نہیں تھی، وہ بکھری اور اب دھندلی ہو گئی تھی، وہ شفافیت کہیں دور چلی گئی تھی۔ وہ روز دوائی لگوانے کے بعد وہی پٹی دوبارہ لپیٹتی تھی۔ اس کو اس بات سے غرض نہیں تھی کہ پٹی کا تبدیل نہ ہونا اس کے زخم کو خراب کر سکتا تھا پرواہ تھی تو اس بات کی کہ وہ اس پیاری ٹھوڑی والے نے کی تھی۔

مسحور سا ہو کر اس کو چھوا۔ آنکھیں بند کیں۔ اس کا دل کا موسم پیارا اور خوشنما ہو رہا تھا بلکل لاہور کہ آئیندہ آنے والے موسم کی مانند۔ بکل دل کو چھو لینے والا۔

"وہ حارث رحمان کے معاملے میں بس لا جک لیس تھی۔" عجیب! بے حد عجیب۔

☆☆☆

بڑے اور سجاوٹ سے پُر ٹی وی لاؤنج میں کشادہ سے بھورے لیدر کے صوفے پر یاسمین ٹانگ پر ٹانگ جمائے چھوٹی پشت والے صوفے کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی کسی میگزین کی ورک گردانی کر رہی تھی۔ بڑا سا چلر جو ایک دیوار کے ساتھ کھڑا تھا کمرے کو ٹھنڈک بخش رہا تھا۔ ٹی وی لاؤنج کی دیواروں سے ملتا جلتا لکڑی کا دروازہ کھلا اور ہشاش بشاش سا چہرہ لیے سحر جبین اندر داخل ہوئی۔ چھوٹے بال بڑے سے کیچر میں مقید تھے۔ یاسمین نے میگزین سے اسے نظر اٹھا دیکھا اور سادگی سے مسکرائی وہ بھی مسکرادی اور بلکل چپک کر اس کے ساتھ بیٹھی اور کندھے پر سر کو ٹکایا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"کھانا لاؤں۔" یاسمین نے میگزین بند کی اور اس سے پوچھا۔

"نہیں۔"

"کیا کھا کر آئی ہو۔"

"کچھ بھی نہیں۔" وہ مسرور سا کہتی اس سے الگ ہوئی اور مسکرا کر ان کو دیکھا۔یاسمین کے چہرے پر تعجب لہرایا۔ابرو نامحسوس انداز میں سکڑیں۔اس کو سحر جبین بہت خوش لگ رہی تھی۔اس کا دل بھی خوش ہوا۔پر وجہ کیا تھی؟پتہ تو چلے۔

"خیر ہے اتنی خوش کیوں ہو؟" یاسمین نے خاصے رازدرانہ انداز میں مصر ہو کر پوچھا۔

"اس نے مجھے آج واپسی پر لنچ کروایا ہے۔" اس نے چہک کر کہا۔بھابھی نے آنکھیں گھمائیں۔

"لیکن تم نے مجھ سے کہا کہ تم کچھ کھا کر نہیں آئی۔" وہ مشکوک ہوئی۔

سحر نے پیشانی پر ہاتھ مارا۔"ہاں میں کچھ کھا ہی نہیں پائی مجھے اتنی خوشی تھی کہ بس۔" اس نے دونوں ہاتھ ہوا میں لہرائے،دل پھر سے بے ترتیب ہوا وہ بہت خوش نظر آتی تھی۔

یاسمین نے تاسف بھری سانس کھینچی۔"ویسے کس کوشی میں اس نے تمہیں لنچ کی دعوت دی۔"

"معلوم نہیں۔" سحر نے کندھے اچکائے۔"اس نے پوچھا تم نے کچھ کھایا؟میں نے کہا نہیں ٹائم نہیں لگا پھر اس نے کہا آؤ تمہیں لنچ کرواتا ہوں۔" اس نے چہچہاہٹ سے کہا۔اسکی حالت پتا رہی تھی کہ وہ جھومنا چاہتی ہے۔

"آپ کو پتا ہے اس بات سے مجھے کیا پتا چلا۔" اس نے جگنو بھری آنکھوں سمیت بھابھی کی جانب دیکھا۔

"کیا پتا چلا۔" ان کی آواز میں کچھ نہیں تھا۔ لیکن سحر اس احساس کو فلحال سمجھ نہیں پائی۔

"یہی کہ بھابھی اس کو میری فکر ہے کین یو بلیوات اومائی گاڈ۔" (کیا آپ یقین کر سکتی ہیں؟) خوشی کے مارے اس کا چہرہ سرخ ہوا۔ یاسمین کو وہ اس وقت معصوم سی بچی لگی۔

"مجھے بھی تمہیں کچھ بتانا ہے۔" یاسمین نے دھیمے سے کہا۔

"جی بتائیں۔" وہ مسرور سی بولی

یاسمین نے کچھ پل کا توقف دیا۔ "شمش، اتوار کی فلائٹ سے واپس آرہا ہے۔"

"رئیلی!۔" (واقع) وہ گویا خوشی سے اچھلی۔ اس نے یاسمین کے دونوں ہاتھ تھامے تو اس نے بھی یقین دہانی کے واسطے سر کو اسی خوشی سے ہاں میں جنبش دی۔

"مجھے یقین نہیں آرہا!۔" اس کو خوشی والی حیرت نے آن گھیرا تھا۔

"ابھی تو میری اگلی بات سنو گی تو شاید تمہیں اپنی سماعتوں پر یقین نہ آئے۔" تجسس سے کہا گیا۔ سحر خوش ہوتی تجسس میں الجھ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا؟" آنکھوں کو وا کیا اس کے ساتھ منہ بھی کھلا۔ یاسمین کو اس کے انداز پر ہنسی آئی۔

"تمہیں یاد ہے شمس یونی کے زمانے میں کسی کو پسند کرتا تھا۔"

سحر نے کچھ پل سوچا۔ "ہاں، شاید، مجھے پکا یاد نہیں۔" اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ پر جاننے کی چاہ ابھی بھی وہی ٹکی رہی۔

"آپ بتائیں ناں۔"

"اچھا تو بات یہ ہے کہ، ڈیڈی نے اس لڑکی کے ساتھ شمش کا نجانے کب رشتہ طے کیا اور بتایا کل ناشتے کے وقت۔"

"ٹھیک ہے۔" سحر اب اپنے تجسس اور خوشی پر قابو پا سنجیدہ ہوئی۔ "پھر؟" آگے جاننا چاہا۔

"پھر یہ کہ اگلے جمعے کو ان دونوں کا نکاح ہے۔" سادگی سے کندھے اچکائے۔

"Daddy is so unpredictable." (ڈیڈی بہت غیر متوقع ہیں۔) اس نے خوشی اور الجھے ہوئے تاثرات لیے کہا۔

"پر کیا اس لڑکی کو معلوم،" ایک پل کو رکی "کہ شمس بھائی کی پہلے شادی ہوئی تھی اور کچھ عرصے بعد ڈائیوورس (طلاق)۔"

"ہاں،ڈیڈی نے کہا ہے کہ لڑکی کے گھر والوں سے کچھ بھی نہیں چھپایا گیا اور۔۔" یاسمین نے بات ادھوری چھوڑی۔

"اور؟" سحر نے سوالیہ ابرو اٹھائیں۔

"لڑکی کی پہلے شادی ہوئی تھی، لیکن شوہر کا کچھ عرصے بعد انتقال ہو گیا تھا۔کوئی اولاد نہیں ہے،اور اپنے پیرنٹس کے ساتھ رہتی ہے۔پیرنٹس میں بس ماں ہیں اور ایک دادی اور ایک چھوٹا بھائی۔"

سحر نے ساری جانکاری خاصی سنجیدگی سے سنی۔

"لیکن بھابھی ڈیڈی کو یکدم ان کا تعلق جوڑنے کا خیال کیسے آیا۔؟مطلب ان دونوں کی زندگی میں ہی کوئی نہ کوئی آگیا تھا اب اگر شادی کے بعد ان کے درمیان کوئی کومپلیکیشنز(مشکلات) آگئیں۔" اس کو خطرہ لاحق ہوا۔

"اب یہ تو وہ ہی طے کر سکتے ہیں جن کی شادی ہونی ہے۔اور ڈیڈی کے اس قدم کے پیچھے کیا وجہ ہے وہ بھی ڈیڈی ہی جانتے ہیں۔" اس نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا،پر دل ہی دل میں نواز کے اس اقدام پر وہ خاصی حیران پر زیادہ خوش تھی۔

"اوکے میں ذرا چینج کرلوں۔" وہ مسکرا کر کہتے ہوئے اٹھی تو یاسمین نے اس کی کلائی تھام لی۔

"ایک اور بات ہے۔" سحر نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"وہ ڈیڈی نے اگلے جمعے، شمس کے نکاح کے ساتھ،" ایک پل کو ٹھہری "تمہاری حارث کے ساتھ باقاعدہ منگنی کی تقریب بھی رکھ دی ہے۔" دھیمی آواز میں کہا گیا جملہ سحر کو بہت دور لے گیا تھا۔ وہ ایسے ہو گئی جیسے موم کی کوئی مورت۔

کیا یہ سطر حقیقت تھی یا اس کے کانوں کا دھوکہ۔ اگر حقیقت تھی تو حسین ترین، اور اگر کانوں کا دھوکہ تھا تو سحر جبین کے لئے تب بھی ایک خوبصورت احساس تھا۔ بے حد خوبصورت۔

پر ایک سوال جو یکدم ہی اس احساس پر حاوی ہوا۔ "حارث کی مرضی؟؟"

☆☆☆

اگلی قسط آئندہ ماہ

جاری ہے۔۔۔

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

بہترین کوالٹی کی کتب شائع کروانے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

03257121842

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842